

قل اللهم اني اعوذ بك من الهم والحزن
فقد فنيك فاني

أفلا تعقلون

پادری عادلین حبیب کی کتاب رنج و تہی کی وضع تالیف کو فریٹ سافڈ پرنٹ
موسوم بہ

تخلیقات

جس میں

جناب پیغمبر کی محبت نبوت کی عقلی دلالت و راہ و محاسن اخلاق و
 باور و سناد و اہل کی تفصیلی فتح و غیرہ و منفیہ اثبات
 مصنفہ منشی چرواغ علی حسہ

منشأ على مالك محمد بن كبري مطبع
مطبع اصغر حبيب بن حبيب مطبع

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

يُسَبِّحُ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ الْمَلَائِكَةُ أُنْزِلَتْ مِنْ عِزِّهِمْ
هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ
وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ

میں نے کئی اک کتابیں جو گلستان کو فاضلون کی جناب خاتم المسلمین وفضل
النبیین کی سیرت بیان میں مفصل یا مختصر طور پر لکھی دیکھیں اور ہر ایک کی ماہیت پر
کتاب اطلال اور آگاہی حاصل کی بجز یہ کہ بقول مائتہ برس (صاحب مخبین تذکرات)
جناب رسالت کی سیرت کی کتابیں ائمہ آنت اور مبانیوں سے بھری ہوئی ہیں اور
اثنین دن کے پیروں کی طرف سے نظر انہما وضمایل اور عیسائی مؤرخوں کی جانب سے
تشیہ اور بزم نامی کی غرض سے بہت جہول باتیں افتراب ہوئی ہیں (مائتہ برس طبری سے قوت گیری
میں علم نامہ چند اقوال گلستان کے علماء بالانصاف وفضلاء تارکان عہد شاہ دہلی
درج کرتا ہوں۔ ان اقوال کے ملاحظہ سے معلوم ہوگا کہ صاف ظہن حق پرست اور
انصاف دوست مصنفین کی رسم اور حق کا ظہور اس طور پر ہوتا ہو نہ کہ پادری
عماد الدین کے مانند تعصب حق کو نشانہ بنانے دشمن کج بحث مولف کا طرز۔ جو داب
حق شناسی کے خلاف ہے۔

حقیقت میں کتب سیر مجبوعہ غلط و صحیح ہیں۔ کیا خوب کہ
نہیں عراقی نے ولعل الطالبان السیرا
تجمع ما قد صح وما قد انکرا

قول عمدہ تکلمین انگلستان محاسن کا لکھل

وہ عجل ۳ x x x کا تمام جو صلہ می تھا کہ رہتا ہی سو دنیا میں گزران کرین
انکا شہر جو بیل معنی انکو جان پہچان الون کا حسن ظن انکو حق میں کافی تھا۔ ابھی
وہ کہ دولت کو سن کر تاش پہنچنے پائے سے کہ اولی تمام جو تاشین نطفی ہوئی تھیں اور
جو کچھ اس دنیا میں انکا حصہ تھا وہ یہی تھا کہ روز بروز ان میں صلح و شستی بڑھتی جاتی
— انوکھا اونہیں نے اب طریقہ ہوسنا کی شروع کیا اور سب گزشتہ نیکنامی کو
چھوٹے جس خیریت متع نہ ہو سکتی ہو اسکے حمل کر لیکو دعا باز اور مزور بن گئے۔ شا
میں اسکو برگز باور نہ کرونگا ۵

(منقول از لکچر ۲ صفحہ ۵ منطبع ۱۳۵۸ھ)

تحریر میرا نامور خیرین انگلستان دار و دار گن

ہر ایک مذہب میں باقی مذہب کی سیرت اسکے تحریری مکاشفات کی تعمیل ہوتی ہے
چونکہ خیرین کی حدیثیں بہت سی امین کی نصیحتیں اور انکو افعال بہت سی نیکی کو نمونہ بن
اور انکو نماز و راج و اب و ان کے بہت سی خلوت اور عبادت کو مائثر جمیل
(تاریخ رومنہ الکبریٰ باب ۵ جلد ۱)

محقق طر کر کہو ہیں

تقریظ افضل العلماء و رلیورینڈ جی ایم ایل

..... بلکہ دلیلون سے ثابت ہو کہ عجل کے سب کام اس نیک نیتی کی تحریک سے
ہوئے تھے کہ اپنے ملک کے لوگوں کو دیالت اور ذات کی بت پرستی سے چھوڑ دین —

اور یہ کہ نہایت مرتبہ کی خوشنوازی ہوگی یہی ہے کہ سب سے بڑے امر حق یعنی توحید الہی کا جو
 اونکی روح پر بدرجہ غایت مستولی ہو رہی ہے اسی شہادت ہے کہ یہی ہے۔ چنانچہ اسی مطلب سے
 حصول کے لئے قرآنی سورتوں کی تصنیف کا سامان انہیں ناکہ میر ہوا۔ اور یہ کہ
 انہیں اس امر کا اعتقاد کامل ہو گیا تھا کہ مجھے مدحیہ الہی ہو چکی ہے۔ اور مقتضایہ
 اور بتدریج فوز مراد اس امر کا باعث ہوا کہ انہوں نے اپنے آپ کو خدا کا رسول میں باور کیا
 x x x x تاہم محمد کی سیرت اک عجیبے نہ ہو اس قوت اور جلوہ کا جو انہیں
 ہوتی ہے جسکو خدا اور قیامت پر اعتقاد کامل ہوتا ہے۔ انہیں سو کچھ باتیں
 (اور وہ بہت و اہم ہیں) انکی ذات کریم اور سیرت صداقت شہوت سے ہمیشہ اون کو
 اون لوگوں میں مقبول کیا جاوے جسکو ایمان اور اخلاق اور اپنی انبا جنس کے تمام حیات و دنیا
 پر ایسا اختیار حاصل ہے جو غیر انکی حقیقت میں بڑی اور اولوالعزم اور کسی کو نہیں ہو سکتا
 اور ان لوگوں میں آپ کو سمجھا جاوے کہ انکی کوششیں باوجود خطاؤں اور تقصیروں کو کسی بڑے
 امر حق کی شہادت کے لئے کامیاب ہوگی ۴

(دیباچہ ترجمہ قرآن شریف ص ۳۳ مطبوعہ ۱۸۶۱ء)

منقول از کتاب مجمع العلوم مؤلفہ ابراہام دس

۴۴ مسلمان مؤرخوں و مبنی عربی کے صفات بدنی و عقلی کے ستائش میں بہت کچھ
 لکھا ہے۔ اور گو ہم ہر اک صفات خارق عادات کو تسلیم نہیں کرتے مگر تاہم اس امر کا
 اعتراف پر ضرور ہے کہ انہیں بہت سی قابلیتیں جنہیں سطور قبل ذکر کر رہی ہو ہے۔
 اور اکثر کمالات اور خواص ایسے جمع ہوئے ہیں وہ اپنی معاصروں و درتبہ عالمی پر ہیون گئے
 اور جس امر کا انہوں نے غم کیا تھا اسکو لائق ہو گئے۔

الشاسکلوپیڈ یا دس جلد ۲۲ ۱۸۶۱ء

ماخوذ از مجمع العلوم چمبرس

اسلام کا وہ حصہ ہے جس سے اس کو بانی کی رہے گا انکشاف ہوتا ہے نہایت کامل اور
 غایت درجہ میں مؤثر ہو یعنی قرآن کو فصیح - سید فصیح کسی ایک دریا کے معنی میں
 میں جمع نہیں ہیں بلکہ اسلام کی عالیشان عمارت میں سلسلہ الذی سب کو مانہ بخاطر
 و مخرج ہیں - نا اضافی - جہوت - غور - کینہ کشی - ہمت - سحر -
 عداوت و فتنہ خیرچی - طمع - حرام کاری - خیانت - اور لافاق کی سحر و
 کی گئی ہے اور ان کو قبیح اور بیدینی بتلایا ہے = اور بد قباد اور بیدینی سحر و
 عفت - بردباری - صبر و تحمل - کفایت شعاری - راست بازی - عالی ہمتی -
 حیا - صلح پسندی - حق دوستی - افزان سب پر بالا توکل پر خدا اور انقیاد و اطاعت
 کو عباد پر ہر گزانی حق و دوس صواب کے علم انسان قرار دیا ہے -

(چمبرس انسائیکلو پیڈیا جلد ۱۰)

مقولہ ڈاکٹر اے سپرننگر

عجلہ..... تیز فہم اور نہایت مرتبہ کو عالی نظر ہے صاحب کے صاحب
 اور عالی مذاق ہے - گو وہ شاعر کو نام کو ناپسند کرتی ہو مگر بہت کر کے تو شاعر ہے
 اور قرآن کی عبارت باہم تشابہ اور مضامین عالی اسکے عمدہ فضائل ہیں -
 ان کے خیال میں ہمیشہ خدا کا تصور رہتا رہتا - ان کو نکات ہی ہو مگر آفتاب
 بہت ہو کر بانی اور الگ ہی ہوئی ہوئی میں خدا ہی کا یہ قدرت نظر آتا رہتا - اور
 خوش خدا اور آواز آواز و طویل کہ نعمہ خدا ہی میں خدا ہی کی آواز سنائی دیتی ہے -
 اور سننا سننا کہ وہ اپنے اپنے وقت خرابات میں خدا ہی کو کہہ کے انار و اہلانی دیتے رہے
 (سیرت محمدی ص ۸۹)

ملقط از کلام آنوریل ولیم صیول

چونکہ محمد ص کو اپنی رسالت کا نہایت قوی و مضبوط اعتقاد تھا اسلئے ان کی طرف
اس دین کو موعظہ میں جبری قوت اور شدت ظاہر ہوتی تھی۔ اور چونکہ فصاحت و
بہی آپ کو کمال تھا لہذا ان کا کلام عربی زبان میں نہایت فصاحت و رغبت سے
اویکی طرز زبان آوری نے روحانی حقیقتوں کو عالم تصویر بنا دیا اور انکو
زندہ خیالات سے قیامت اور روز جزا اور دنیا و آخرت اور عذاب جہنم سے ہمیں
نہایت قریب تر کرکے پیش نظر کر دکھلایا۔

میں نے گفتگو میں اتفاقاً کلام آہستہ فصاحت و قوی تھا مگر
ہنگام و عطف انکی انہیں صحت اور آواز بہاری اور بلند بہ جلال تھی اور تمام جسم آپ کا
ایک ایسی حالت جو شہر و شمس میں سے جانا تا گویا کہ وہ لوگوں کو کسی غنیمت کو آنے کی
خبر دیتی ہیں کہ وہ غنیمت سے شہر و شمس سے زیادہ ہی خوب آ رہا ہے۔

اور ہم سب کو یہ انداز ہی تھا کہ یہ نبی کہ یہ ہے محمد ص کو اعتقاد تھا
یا باور کر لیا کہ ایک کاشفات خدا کی جانب سے ہو تو ہیں۔ انکے مکہ میں
رہنے کو زمانہ میں تو یقیناً کوئی ذاتی اعتراض یا تالاف اسباب سے نتیجہ کی نظر
میں پایہ نہیں تھا۔ وہ ان پر تو وہ جیسا کہ وہ خود ہی کہتے تھے شخص شیرین و ناز
اس قوم خداوند کے ہاں حقیقہ و حجب و اعطاس ہے۔ اور بطور توجہ اور
کی اصلاح کے انکا کوئی مقصد نہ تھا۔ محمد ص نے گو اپنی اس بارہ
کو صحیح ذریعوں سے اثر پذیر نہیں خطا کی ہو۔ مگر اس میں غش نہ کرنے کی
کوئی کافی وجہ نہیں کہ وہ ان ذریعوں کو نہایت جتنی اور دیانت داری سے عمل میں

لائے تھے۔ ”۔۔۔۔۔ فقط
(کتاب لائف آف محمدؐ جلد ۴ باب ۱۸۴۱)

ایسی تفصیلی شہادتیں نقل کر سکیں اس تمہید میں گناہیں نہیں
اس لئے اسکو میں لندن کے سکواڈر ٹولی ری دیو کے اکاؤنٹ
معنون یہ سلام کو چند فقرات پر ختم کرتا ہوں۔ جس سے ممالک فرنگ کے علماء
عالمی حوصلہ کی کیفیت جنہوں نے اسلام کے متعلق مجلات ضخیمہ تصنیف کی ہیں
اسطرح پر تحریر ہوئی ہے کہ اوہ تو گھٹیا اور کارائیل اور واسطوں
جماعت محققین جدید مثل اسپرنگو اور اصادی اور نولڈیاک
اور میوس اور دوزی نے تمام جہان پر یہ بات اچھی طرح ثابت کی
کہ اسلام اک زندگی بخشنے والی چیز ہے۔ ہزاروں مسودہ جو ہر دن
منسوخ ہوتے ہیں۔ اور یہ کہ محمدؐ کے سیرت کی نسبت جو جوچہ ہر
اونہوں نے مروت کی سنہری کتاب میں اپنی لئے جگہ حاصل کی۔

(جلد ۱۲ ص ۲۹۷ ۱۸۴۱ عیسوی)

راقم
جمع

لکھنؤ
۱۸۴۱ء

تعلیقات

عبداللہ بن کمال

اول۔ تاریخ محمدی مولفہ عماد الدین جو اس وقت ہمارے زیر نظر ہے
اسمین حدیث کی کتابوں اور محدثوں کے بیان سے اس امر کی توقع
پائی جاتی تھی کہ اس کتاب کے مولف نے انھیں کتابوں پر رجوع
کر کے اصول علم حدیث کے ضابطہ کے موافق احادیث کے راویوں
بحث کی ہوگی اور احادیث کا استخراج اور اقتباس انھیں کتب حدیث
سے کیا ہوگا۔ اور ایسا ہونے کی صورت میں اسکے آثار پائے جاتے تھے
کہ اس تاریخ میں نہایت مرتبہ کی تحقیق اور تنقید اور علم درایت کی نفاذ
مدبرہ تدقیق کی گئی ہوگی۔ مگر العجب کہ میں نے اس تمام کتاب کو اس
قسم کی تحقیقات اور تنقیسات سے معرا اور بالکل ناقص پایا۔

مستند سمجھنا یا یہ تصور کرنا کہ کوئی واقعہ اس وجہ سے قابل یقین ہو جاتا ہے کہ متعدد مورخوں نے اسے لکھا ہے خلافت تحقیق ہے۔

(قیس اول کا دیباچہ ص ۱۸) ×

۴۔ فن تنقید اور تخریج روایات کے مقابلے میں مولف کا روضۃ الاجاب کو پیش کرنا ایسا ناکارہ مستند اور غیر مستقیم شتمک ہو گا جیسے کوئی تمام قصہ کی کتاب ہوتی ہو کیونکہ مولف اپنے منصب کی حیثیت سے اور اس بڑے بھاری اور امر عظیم کی ذمہ داری کی وجہ سے اپنی سند کو روضۃ الاجاب تک نشان دیدینے سے بری الذمہ نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ہنوز مطالبہ تصحیح سند اسکے ذمہ قائم رہے گا کیونکہ جمیع مرویات کبھی مسلم نہیں ہو سکتیں جب تک کہ وہ اپنے سلسلہ اسناد کے لحاظ سے

روضۃ الاجاب
کو ایک مستند قرار دینا
بجا ہے

× انریل ولیم میور صاحب (تاریخ محمدی ج ۱ ص ۱۰۴) فرماتے ہیں کہ یہ قول ابن حجر تصنیف کے اجزاء سے متعلق نہیں ہے جن قدر اے مصنفین کے الفاظ منقول ہیں شاہ ابن حجر (امات ۲۷۸) کی تصنیف اصحابہ فی تمییز العصابہ میں اسی قسم کے اقوال ایسے قدیم ارباب تذکرہ سے منقول ہیں شاہ ابن عقبہ۔ اور ابن ہشیر اور ابن کلبی وغیرہ۔ اور یہ بہت ہی مفید ہیں۔

اصطلاحی صحت اور شہرت وغیرہ کے جہت سے قطعی الصدور ہونے
 اور افادہ علم کروینے اور یقینی مان لینے کے مرتبہ تک پہنچ جاؤ
 اور جب ایسا ہوگا تو ان اخبار و روایات پر اس حیثیت سے
 صحیح اور قطعی ہونیکا گمان یا یقین کیا جاوے گا کہ وہ اپنی اسناد کی
 راہ سے ایسی ثابت ہوئیں نہ کہ روضۃ الاحباب میں منقول ہونکی
 جہت سے۔ دین سچی کے عمدہ قیس خلیو اسلام کے علوم میں
 کچھ مس اور اتک دسترس ہر مثلاً فضل العلماء راڈویل صاحب
 ایسے مقام کی نسبت اصول فن حدیث اور علم وراثت کے موافق
 کیا خوب لکھتے ہیں (ترجمہ قرآن کی تمہید ص ۱۴) دو روایتیں کبھی
 علی العموم مقبر بنین ہو سکتیں جب تک کہ کسی اصل عام تک اتکی
 سیاق نہ ہو اور شہود عدول کے وسائط سے ہمہ تک آئے
 ہوں اور بیانات قرآنی کے موافق نہوں۔ مگر ہمیشہ ایسے آیت
 قرآنی سے جو باعث تردید روایات ہوئے ہوں جہاں چہ ایسا
 اکثر ہوتا ہے۔ قطع نظر کی جاوے۔“

اس تاریخ کے مؤلف نے باوجودیکہ سیرت مجتہدہ

نہایت
 باڈول کا قول درج
 ہے تاہل اعتبار ہے

نہایت
 باڈول کا قول درج
 ہے تاہل اعتبار ہے

ہوس بطلان امر محمدی میں ہر ایک ناکارہ مستند اور ضعیف اور
 اوہن مستنک کو مانہ افحام والزام تصور کر کے اوسے بنائے
 مطاعن و اعتراضات بنایا۔ مگر تاخر مصنفون نے کثرت وضوح
 حق سے ان لوگوں کی سلیط اللسان اور حد سے زیادہ بڑھ چالی
 بد زبان ہونیکا اتوار و اعتراف کیا ہے فضل العلماء قیس ج۔ م۔
 راؤ ویل نے (جنھوں نے بڑی سرگرمی اور سعی موفور سے قرآن مجید
 مجید پر ترتیب نزول سور کیا ہے) دیباچہ میں لکھا ہے کہ تاریخی تاخذ
 یقینیہ سے جتنی زیادہ بصیرت محمد کی صفات حقیقی میں ہر دم حاصل
 کرتے ہیں اسقدر ہم کم وجہ پاتے ہیں ان سخت اور ملامت آمیز کلمات
 کے جائز رکھنے کی جسے مراکشی اور پوڈیاکس اور آؤر زمانہ مال
 کے لوگوں نے تسلیم کیا ہے جنہیں سے ایک نے بوز نطیہ محمد میں عدد
 ہیمہ (مکاشفات ۱۲) مستخرج کیا ہے۔

بعض سیاحان و مؤرخین
 کی زبان درازی *
 ص ۱۳

۴۔ اس تاریخ کے مولف کو نقل اخبار و حکایات میں بالخصوص ان
 روایات کی نسبت جو اسکے منشاء طعن اور مورد اعتراض ہیں انہیں
 روایت کے اسناد پر بالانفراد نظر کرنی چاہیے تھی اور اسمین

فن صحت کل
 بعض باتیں *

کتب رجال کے موافق روایت کی صرح و تعدیل اور تساوی طبقات
 و اتصال وغیرہ ضوابط فن و رایۃ کے طور پر گفتگو کرنا اور اخبار کے
 تواتر یا کثرت اور شہرت اور وحدت پر خیال رکھنا ضرور تھا۔
 کیونکہ نہ تو ہر ایک روایت ایک ہی سلسلہ اسناد سے مروی ہو
 اور نہ ہر ایک راوی معدل و مفر کی ہو اور نہ افادۂ علم اور حصول
 یقین اور قطعیت واقع میں سب خبریں علی السوۃ مفید و موید ہیں
 اور جب اصول آخذ اور اصل و آئین حسنہ واقعات تاریخی کا
 استبساط اور استخراج ہو سکتا ہے موجود ہوں تو اس قانون کے
 موافق جو اس فن کے زبردست جاننے والوں نے ان دہائیوں
 کے پرکھنے اور جانچنے کے لیے مقرر کیے ہیں انکی تنقید و تحقیق
 کرنی چاہیے۔ مؤلف نے روضۃ الاجاب یا مدارج النبوت کو
 اپنا مستند و تمسک اور قومی سند سمجھ لیا ہے حالانکہ ماہرین فن
 کے نزدیک اسکا یہ تمسک ایسے مقام پر خلاف تحقیق ہو گا۔
 اس مقام پر بیکو ڈاکٹر اسپرنگر کا قول کہ وہ بھی سیرت محمدیہ کا
 اک مشہور مورخ ہی یاد آتا ہے کہ "متاخر مورخوں کو مثلاً ابوالفضل

مؤلف کا ابتدائیں ایسا زور و شور اور دراز نفسی جو اسکی بلند پروازی اور ادعائے تحقیق کی خبر دیتا تھا محض فریب اور تلبیس معلوم ہوا اور محدثوں کی فہرست اور اقسام حدیث کی تقسیم محض زیریائیں تمہید اور آرائش تسوید کے لیے تھی اور اپنی چھوٹی علمیت اور غلط و غفبت کا ظہار کرنا تھا۔ تمام تاریخ میں نہ ان محدثوں کی مرویات پر حوالہ ہے نہ ان سے کہیں استدلال ہوا ورنہ کہیں بروایتوں کو اقسام حدیث میں کسی قسم سے منسوب کیا ہو اور نہ انکے راویوں کے سلسلے اور انکی جرح اور نقد پر گفتگو کی ہے۔ بس ایسی غیر مفید تمہید اور ناکارآمد بیان کی تقدیم سے کیا فائدہ۔

۲۔ مؤلف نے جس شرف لگا ہی سے علم حدیث پر نظر ڈالنا مناسب سمجھا تھا تو کیا اسنے اسکی مناسبت کی رعایت کی۔ کیا اسنے اپنے آخذ اور مستندات کو فن حدیث کے ضوابط اور قواعد کے موافق تحقیق اور تنقید کیا۔ نہیں ہرگز نہیں۔ اسکی تو تمام کتاب کا موضوع اور نشان ایسی ہے کہ وہ اپنی بدگمانیاں اور مطاعن اور شینعات اور اور جھوٹے اعتراضات اور محض اہل شبہات اکثر مضامین اور روایات

اسکی بیجا بکلیت

پیش کرتا ہوں۔ پس کیا مونیخ کا یہی مطلب اور تاریخ نویسی کا یہی مادہ ہے
 جیسے - ع - د - نے اس تاریخ میں پہلے راہ رومی اور تاجرانہ
 بے قیدی اختیار کی ہے۔ ایک عرصہ غیر بعید گذرا کہ میں نے یہی کہا
 ادعای تاریخ نویسون کی نسبت لکھا تھا کہ ”جبکہ فن حدیث اس
 بحث میں اہل حیل اور آخذ جلیل قرار پایا تو ضرور ہے کہ جو لوگ اسلام
 کے مقابلے میں کسی روایت سے استدلال کریں تو فن درائتہ
 کے اصول اور قواعد کے موافق اس میں گفتگو کریں ہم دیکھتے ہیں کہ
 جن طاعنین ملت اسلامیہ کی کتابیں مہتمک پہنچیں یا جن مخالفین
 کے اقوال مہتمک منقول ہوئے ان سب کا شمار (ملا مباحثہ) ان
 طاعنین کی عدم اطلاع اور قلت معلومات ہے۔ فن حدیث جو بڑا
 عظیم الشان اور وسیع مبحث ہے ان لوگوں کو اسکے ادنیٰ مرتبہ پر بھی
 اطلاع نہیں پس جبکہ انکی اطلاع کے فقدان کی یہ کیفیت ہو تو قیاس
 کر لیجیے کہ انکے استدلال کی کیا صورت ہوگی ایسی حالت فقدان
 معلومات میں (کہ سنگین کے لیے اس حالت شدید الاصلیت کو
 زیادہ کوئی آفت نہ ہوگی) ان لوگوں نے عذرت حصر اور اشتداد

سب سے اہل فن کی
 تاریخیت

لکھنے کا قصد کیا ہر طبقات محدثین اور ذکر کتب احادیث میں
 ارباب سیرت اور مورخین اسلامیہ کا ذکر نہیں کیا حالانکہ جن جن
 نے خاصۃ سیرت نبی میں تذکرات و سیر لکھے ہیں انکا ذکر ضرور تھا
 نہ کہ ان محدثین کی اسامی کا شمار جنہوں نے عموماً یا فقہ کے طور پر
 احادیث کی ترتیب یا تبویب کی ہے۔ علاوہ ازیں جن محدثوں کا
 ذکر ۱۱-۱۴ صفحہ تک کیا ہے انہر بھی تو کمین حوالہ یا رجوع نہیں کیا
 اب ہم ارباب سیر کی مختصر کیفیت کشیش راؤ دیل صاحب کی
 عبارت جامع و موجز سے ترجمہ کرتے ہیں کہ ”پہلا مورخ سیرت
 محمدیہ کا جبکا پہلو حکم زہری ہے جس نے ۳۲۰ھ میں وفات پائی مگر
 اسکی تالیف کو بعد کے مولفوں نے اس سے بکثرت نقل کیا ہے اس
 موجود نہیں اسکے اکثر اخبار عروہ سے (جو ۳۵۰ھ میں مر گیا اور
 عائشہ زوجہ محبوبہ نبی کا وراثتہ تھا) ماخوذ ہیں ۱۔ ابن اسحاق نے
 جس نے زہری سے سماع حاصل کیا تھا اور ۱۵۰ھ میں فوت ہوا
 خلیفۃ المنصور کے لیے اک سیرت محمدیہ لکھی اس کتاب پر جبکی باقیات
 ہنک بکثرت چلی آئی ہیں ابن ہشام نے تاریخ محمدیہ کی بناؤالی

کشیش راؤ دیل صاحب سے اصل
 نسخہ

واقعی المدنی (سات سترکہ) نے اک تاریخ محمدی لکھی جو تلخیص
کی صورت میں اسکے کاتب کے ذریعہ سے ہتھک پہنچی اس میں بالکل
روایتیں ہیں۔ طبری نے جو عرب کا لوی ہو (گین کی تاریخ) شیعہ
اور بغداد میں (سترکہ) مرگیا سیرت محمدی اور حالات ترمذی و شیعہ
اسلام میں اک کتاب لکھی۔ یہی قدما مودعین اصول ماخذ ہیں جسے
سیرت محمدیہ کے اخبار صحیحہ مستخرج ہو سکتے ہیں۔“ انتہی x

ان روایتوں
کی کیفیت یہ ہے

ان کتابوں کی مرویات سے بھی اسی ضابطہ تنقید روایات کے تابع
ہیں اور خبروں کے مقبر اور غیر مقبر ہونیکے قاعدے کے پابند اور
اہل حفظ و ایتقان اور ارباب ہذہ اشراف کی تصحیح اور تمیز کے محتاج

x سر ولیم میور صاحب ارقام فرماتے ہیں کہ یہ آنحضرت کی زندگی کی تین کتابیں
ہشامی - واقعی - طبری - ایسی ہیں کہ جو شخص ان تینوں سے آنحضرت کے واقعات
لکھے گا تو اپنی تحریر کے لیے انہیں کتابوں کو سند گردانے گا۔ مگر صاحب مدوع نے
اس بات کو بیان نہیں فرمایا کہ ان کتابوں میں کس قدر ایسی روایتیں ہیں جسے آنحضرت کو
کچھ بھی علاوہ نہیں ہو اور کس قدر ایسی ہیں جنکے روایوں کی خصلت نہ کسی نہ ہی سند کے
سبب بلکہ اخلاقی نقصان کے سبب مشتبہ اور اکی رہت بیانی مشکوک یا مطعون ہے
اور کس قدر ایسے ہیں جنکے بیان کر نیوے بالکل لا معلوم شخص ہیں اور کس قدر ایسے ہیں جنکی
تحقیق باتحقیق نہیں ہوئی بلکہ خطبات احمدی علی العرب و اسرہ الحمدیہ کا دیباچہ ایضاً

لیونکہ یہ سب شواہد اور بکثرت مشہور اور مستحکم تر خبریں ہمیں ہیں کہ
بمجرد شہرت واجتماع شروط و ارتفاع موانع یعنی ہو جائیں بلکہ اکثر
احاد میں جو اپنی ذات سے بھی اور اختلافات کے لحاظ سے بھی قطعی صحت
اور مفید علم نہیں ہیں۔

۶۔ اقسام حدیث کے بیان میں باہینمہ دعوی جامعیت (ص ۷)
نہ تو ان خبروں کی وقعت اور اعتبار کا بیان کیا کہ قطعییت صدور
اور افادہ علم میں یہ خبریں کس مرتبہ پر ہیں اور نہ اپنی کتاب کے رد و نیکو
ان اقسام تقسیم یا ان سے منسوب کیا۔ حالانکہ اخبار کے صیغہ میں یہ
امر نہایت اہم اور اعظم ہر جہلی فرد گزشتہ مخاطب مولف تاریخ کی
قلت معلومات اور فقدان اطلاع پر دال ہے۔

۷۔ جناب رسول خدا کے مجاری احوال اور خلوت و جلوت کے
حالات و دیگر اقوال و افعال اور عموماً سوانح عمر اور سرگزشت کا
علم حاصل کرنے کے لیے دو ناخذ جلیل موجود ہیں۔

اول ناخذ۔ وہ کتاب کریم اور ذکر حکیم جو زمان نبوت میں لکھا گیا
اور جس کے حالات کی وہ خبر دیتا ہے اسکی معصر تحریر ہے کہ اس ہی زمانہ

اقسام حدیث کے
بیان میں جامعیت

دو ناخذ جلیل کے

اسی زمانہ کی محدث
جو پہلی اس ناخذ ہے

اہلک نہایت کثرت اور شہرت اور تواضع سے مروج اور مشہور اور
 منتشر ہوتا آیا۔ یہ دونوں امر عایت مرتبہ میں قطعی اور یقینی ہونے کی
 وجہ سے منجملہ اجلائی بدہیات میں کہ جنکے ثبوت میں دلیلین اور
 سندین نقل کرنا غیر ضروری ہے صرف ایک محقق معاصر کا قول
 جسکی نظر دقیق اور تحقیق انیق کو محققین سابق و لاحق کا خلاصہ اور
 مجموعہ سمجھنا چاہیے اسکی شہادت میں لکھا جاتا ہے۔ انریبل سٹرلیم
 لکھتے ہیں کہ (تاریخ محمدی جلد اول کا مقدمہ) اسلام کی ابتدا اور
 اسکے بانی کے مجاری احوال کی تمامی تحقیقات میں قرآن انکا منبعی
 اور عیار ہے۔ پس ہمارے پاس خود محمد کے کلمات کا ذخیرہ موجود
 ہے جو انکی زمان حیات میں لکھا گیا اور جو انکے تمام مجاری احوال
 محیط ہوا اور انکے مذہبی تصورات اور جلوت اور خلوت کے افعال اور
 عادات بیان کرنا ہے۔ انکے اس مقرر کیے ہوئے عیار سے انکی
 سیرت اور افعال کی نسبت ہم اچھی طرح راستہ قائم کر سکتے ہیں کیونکہ
 ضرور ہے کہ ہمیں یا تو انکے واقعی حالات کا یا جو کچھ متخیل ہونیکے
 وہ مستوجب ہیں بیان ہووے اور محمد کے صفات و عادات کا

قرآن ایسا سچا آئینہ ہو کہ قدمائے مسلمین میں یہ قول کہ خلقہ قرآن سے
 مثل سائر ہو گیا تھا۔ عائشہ سے بھیا کہ اوری ازواج نبی سے
 حضرت نبوی کے عادات و صفات کی نسبت بھی اکثر پوچھا جاتا تھا
 کیسے پوچھا تو جواب میں عائشہ نے کہا کہ کیا تیری میری پاس آن نہیں
 اور کیا تو عرب یا عربی خوان نہیں اسنے کہا بے شک میں ہوں تو
 اوس سے کہا تو پھر تو مجھ سے کیوں پوچھنا ہے۔ کیونکہ نبی کے عادات
 صفات تو قرآن ہی ہی فقط فی تحقیق سیرت محمد کا قرآن مبنی ہے
 اور ایک جگہ اور کہتے ہیں کہ ”نہایت قوی قیاس سے ہم کہتے ہیں
 کہ ہر ایک آیت قرآن کی محمد کے غیر محض اور صحیح الفاظ میں ہے
 اور لا اقل ہم اسکے نتیجہ میں دوان ہمیر کے قول کے بہت ہی قریب
 پہنچتے ہیں کہ ہم قرآن کو محمد کا کلام ایسا ہی یقینی جانتے ہیں جیسا کہ
 سلمان اسکو کلام الہی سمجھتے ہیں“ فقط اور پھر ایک جگہ قرآن کی
 نسبت یہ بھی لکھا ہے کہ ”غالباً جہان میں کوئی اور ایسی کتاب نہ ہوگی

نہایت قوی قیاس سے
 ہم کہتے ہیں

ایسی کتاب
 جو جہان میں نہ ہوگی
 جہان میں نہیں ہے

سے ”کاتب الوافدی ص ۱۰۷“ کاتب الوافدی نے مختلف اسناد سے کئی مرتبہ
 اس روایت کو انھیں الفاظ سے بیان کیا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ قول
 مثل سائر ہو گیا تھا“ انتہی حاشیہ نہیہ تاریخ سنو

جو بارہ سو برس تک ایسی خالص رہی ہو۔

دوسرا تاخذ۔ وہ روایتیں ہیں جو اکثر تو بنظر ضبط و نقیضات
اور جمع اخبار واردہ فی الباب جمع کی گئیں اور ان سے اس خطیہ
عقلیہ کی رو سے جو احباب اے محسوسہ کے وقائع گذشتہ
کے دریافت کے لیے ضرور ہے جناب رسول خدا ص کے
مجاہد احوال اور طریق عمل اور کردار اور خلوت و جلوت کے
حالات بہت سے صحیح اور متصل سند و ن سے قدر شکر مقدمہ
ثابت اور یقینی ہیں۔ ہر چند کہ ان روایتوں کے عموماً قلمبند ہو چکا
زمانہ تو عثمانی (ستلہ) کا عہد خلافت ہے مگر اسکا انکار
نہیں ہو سکتا کہ کتاب احادیث اور تحریر سیرت رسول کا دستور
اس سے بھی اور مقدم ہے بلکہ رسول خدا کے زمانے میں بھی حدیث
کی تحریر کا رواج فی الجملہ پایا جاتا ہے مگر یہ بات قطعی نہیں ہے کیونکہ
وہ تحریریں جو جناب رسول خدا کے زمانہ میں متصل اسی زمانہ کے
لکھی گئیں موجود نہیں ہیں البتہ امر بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ پیشین

بہت حدیث

حدیث میں کتب
فی الجملہ سند

بطن غالب کسی اہلی تحریر سے منقول اور مروی ہوئے ہیں اور
 لفظ حدیث اور اخبارنا جو محدثین اور ردات میں بیان سماع اور
 اخبار کے اصطلاحی کلمے ہیں وہ کچھ زبانی ہی خبر کے واسطے نہیں ہیں
 بلکہ کتاب اور تحریری نقل کو ہی لفظ سے روایت کر نیکا دستور
 جیسا متاخرین میں ہوا متقدمین بھی غالباً ہو گا (دیکھو تاریخ محمدی
 مولفہ انریبل ویوورح اص لویب حاشیہ) علاوہ ازیں زمان
 نبوت میں ایک اور قسم کی کتابوں اور تحریروں کی اطلاع بھی
 پائی جاتی ہے اور وہ یا کتب یا بذریعہ نقل یا نقل النقل عرصہ تک
 محفوظ رہیں اور یہ بھی خاص اسوجہ سے کہ زمانہ نبوت کی تحریریں میں
 تاریخی واقعات کے لیے کارآمد اور مفید ہیں یعنی وہ مکاتیب اور صلوات
 اور معاہدہ جو ہجرت کے بعد جناب رسول خدا کے حضور لکھے گئے
 اور یہودیون مسیحیوں اور عبسہ الاوثمان اور سلیمانوں میں
 عہد و پیمان ہوئے چنانچہ سیرت واقعی میں ایسے کی اک تحریریں
 منقول ہیں اور انکو وہ مورخ (دوسری صدی کے انیر یا تیسری کے اذہن)
 اصل نوشتوں سے نقل کرتا چشم دید گواہوں کے بیان سے انکا

خان رسالت کی
 تحریریں

مضمون لکھنا بیان کرنا ہو۔ اور ڈاکٹر اسپرنگر لکھتا ہے کہ (ص ۶۳) ہارون الرشید (۷۵-۱۹۳ھ) کے زمانہ میں وہ نوشتے قائم کر اور جمع کیے گئے۔ اور اسوجہ سے کہ وہ اکثر چڑب پر لکھے تھے اور نیز اسوجہ سے کہ اہل معاہدہ نے انکو اپنے حق میں مفید سمجھ کے بڑی احتیاط سے محفوظ رکھا ہوگا اور اہل اسلام نے بھی انکو جاری رکھا قابل یقین معلوم ہوتے ہیں۔ انریبل ولیم میور صاحب جلد اول کے مقدمہ میں لکھتے ہیں کہ ”انکے علاوہ اور بھی صلحنامے اور خطوط متعدد کثیر میں جو روسا و قبائل عرب کے نام لکھے گئے اور اگرچہ تاریخی کتابوں میں صاف صاف مندرج ہیں اور یقین غالب اکثر یہ تحریریں اصل کی نقل یا نقل النقل تھیں اور وہ گو کہ شاید اصل سے کئی درجہ مستقل ہو آئیں ہنوز صحیح الاصل معلوم ہوتی ہیں۔ انہیں جل بھی ہوا ہو مگر تعجب یہ ہے کہ انکی قدر کے لحاظ سے ایسی جلی تحریریں بہت زیادہ نہیں ہیں انکی تعداد محدود کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اسلام کے زمانہ قدیم میں ایسی آثار تحریری کو جلی بنا کر کامیابی کا موقع مشکل سے ملتا تھا۔“

دوسرے نسخے

محدثین کے اسرار
عمومات اور اسرار

۸۔ مشاہیر محدثین اور جامعین روایات کی صدق نیت اور امانت اور دیانت اور رفع شبهہ اخلاق اور وضع کے لیے اس سچی محقق کی کیفیت اور نتیجہ تحقیق اسکی مشہور کتاب سے کہ اسکا موضوع بھی سیرت رسول خدا علیہ التحیۃ والسلام ہے ذیل میں لکھا ہوں جس سے عماد الدین کے شبہات و اہمہ جو جامعین حدیث اور راویوں کی نسبت میں مردود اور باطل ہو جاتے ہیں۔ عیسوی مذہب کی بڑی سرگرمی حمایت کرنیوالوں میں سے سر ولیم میور (جنھوں نے جناب سوال خدا کی سیرت میں ایک تاریخ لکھی جو اس فن کی اورتالیفات سے زیادہ مشہور و متداول و مرجع افاضل ہے) پہلی جلد کے مقدمہ میں لکھتے ہیں کہ ”اس میں شبہہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں کہ محدثین اپنے کام میں رہت باز اور دیانت دار تھے۔ یہ بھی اچھی طرح قبول کیا جائے کہ جو روایتیں اس وقت رائج تھیں انھوں نے نیک نیتی سے انھیں تلاش کیا اور جن اسناد پر وہ قائم تھیں ان میں بڑی احتیاط سے تحقیق کی اور بڑی احتیاط کی صحت سے انھیں قلمبند کیا۔“ * * * * * اور یکے بعد دیگرے

محدثین کے اسرار
دیانت دار تھے

سبق ظن نے تو بے شک کے روایت کے سلسلہ سناؤ کے قبول یا رد کرنے میں اثر کیا ہو گا مگر ایسے گمان کی کوئی وجہ نہیں کہ انھوں نے خود روایتوں میں کسی طرح دست اندازی کی ہو۔ مثلاً ایک شعبی المذہب محدث ایسی روایت کو جو بنی امیہ کے سلسلہ سے عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہو ترک کر دیا اور انہوں کا ہوا خواہ ہر ایک سلسلہ روایت کو حسین وہ خاندان علی کا کوئی خفیہ دوست پا دیا ترک کر دیا۔ لیکن بظن غالب نہ یہ نہ وہ کسی روایت میں جس کے سلسلہ سناؤ کو بلا تعرض یعنی تسلیم کر لیا الحاق باضلاق کسی مضمون یا محمول کا ہونا کر لیا۔ ان جامعین کی دیانت داری انکی کتابوں کے طرز تحریر اور مضمون سے ثابت ہوئی ہے کہ ایک کامل سلسلہ سناؤ کا جس کے واسطے سے ہر ایک روایت کے ہر ایک طبقہ میں اصحاب رسول میں سے کسی شخص تک سیاقیت ہوتی ہے ہمیشہ روایت کے قبل لگا رہتا ہے۔ اور جو نام اس سلسلہ کے لائق آخری گواہ بھی بیان کرتے ہیں انکی صحت تسلیم کرنی ہمیں ضرور ہے۔ یہ نام محض بناوٹ کے نہ تھے بلکہ واقعی اشخاص کے نام تھے اور بہت سے انہیں سے ارباب شہرت تھے۔ مجموعہ روایات عموماً

انکی صحت و دیانت

راویوں کے نام

مستتر ہوتے تھے۔ اور ایسی اسناد میں اخلاق کرنے سے چاہیں
 کے اعتبار میں نقصان آیا تھا + اور محدث عموماً دارالعلم حدیث کا
 مرکز ہوتا تھا اور عامہ ناس اسکی اسناد پر تنقید کرتے تھے۔ پس جب
 اس قسم کی تنقید کو اعتبار ہو سکتا ہو سقید را اعتبار بیان بھی فوراً
 تسلیم ہو سکتا ہے۔ پھر جس سادگی سے نہایت ہی متعاف روایتیں
 قبول کی گئیں اور برابر لگائی گئیں یہ باتیں ان محدثوں کی راست بازی
 کی ضامن ہیں۔ جو کچھ جمع ہو سکا وہ سب محتاط سادگی سے انبار
 کیا گیا۔ ہر ایک روایت کو خواہ محض تکرار ہی ہو یا وہ ایک وزن
 اعلیٰ روایتوں کے صریح خلاف ہو یعنی اسناد مخصوص بلا اعتراض لکھی
 اور ان شدید غیر محتمل الوقوع امر اور محض افسانہ بلکہ صریح اختلاف کا
 بھی کچھ اعتداد نہیں کیا۔ پس اس سے اور کچھ نہیں تو صدق نیت تو
 لامحالہ ظاہر ہے + ایسا نہ تو روایات مختلفہ کے رفع کرنے یا تطبیق
 دینے میں تکلیف گوارا کرتے اور ہر قدر روایتیں ضعیف یا توایدھیر یا دھ

+ بلکہ سند روایت میں سے کسی راوی کے نام کو ترک کرنا یا بدل دینا بھی مراد ہی کے
 اعتبار کو کھودیتا تھا اور اسکو تدلیس کہتے تھے۔ دیکھو اسباب جنرل مشہور میں
 اس پر نگار کے واقعہ پر دوسری تعلیق ۱۱۔ حاشیہ منہیہ

جمع کرنے والے کی رائے اور سبق ظن کو دخل موا تھا بلکہ معتبر نظر میں
اگر ہم انکی نیت تصور کریں تو ساتھ ہی یہ بھی تصور کریں کہ مخالفت
روایتوں کو انھوں نے بلا تعصب قبول کر دیا ۷

۹۔ ہر چند کہ شہادت منقولہ بالا سے شہادت معترض کا
اچھی طرح سے قطع وقع ہوتا ہے مگر ہم اور طرح سے بھی اسے رفع کر دیتے ہیں
(ام ایسے شبہ کا احتمال اخبار متکاثرہ و متواترہ و آثار متطافرہ
متوافرہ میں جنکے یقینی اور واقعی ہو سکیا علم تو ایک امر ضروری اور
بدیہی ہے محتمل نہیں ہو سکتا اسی کثرت اور شہرت کے اخبار سے ظن
غالب اصلی واقع کی صحت اور صلیت میں کچھ شک و شبہ باقی نہیں تھا
اور ظاہر ہے کہ حالات ماضیہ اور واقعات گزشتہ اور دور دور کے
شہروں اور ٹرائیوں اور ممالک بعیدہ کے بادشاہوں اور ناموں
لوگوں کے حالات معلوم کر سکیا طریقہ اسی سلسلہ تواتر اور شہرت اخبار
موقوف ہے۔ یعنی ایک جماعت کثیر اور عجم غفیر کسی ایسے واقع کی
خبر دیوین جو انکے مشاہدے اور حاسہ سے متعلق ہو (اموز دہی
اور اعتقاد دی جو محسوسات سے خارج ہوں فہوں) اور ان لوگوں کا

ایسی کثرت و شہرت سے اس خبر کے جھوٹ بنالینے پر اتفاق اور
اجتماع عقل کے اعتبار سے غیر ممکن ہو تو اسی خبر میں ضرور ہے کہ مطابق
واقع ہوں (۲) متواتر خبروں کے علاوہ اخبار احاد سے بھی
(جو شبہ متعرض فرداً فرداً کیفیت واقع کی صحت اور اصلیت
ثابت کرنے میں قطعی اور یقینی نہیں) بہت مجموعی قدر مشترک متواتر
نکلتا ہو گا وہی افراد اور تفصیل پر احاد ہونے کی وجہ سے اجمال
شبہ جعل خالق ہے۔ فضل الفضلا و تسمیٰ مشظم راؤ ویل صاحب نے
اس سلیک کی تصریح اس طرح پر کی ہے (سورۃ شہد ترجمہ قرآن) ”کہ
اسلامی روایتیں اپنی تفصیل میں کیسی ہی و اہیات ہوں مگر یہ بات
پائی جاتی ہے کہ جہاں قدما اور جمہور کا تو اطاویا یا جاوے تو وہاں
اور تاریخی حقیقتیں بقدر مشترک پائی جاوین گی۔ مگر اس میں شک نہیں
کہ روایتوں کی تفصیل اکثر تو اس قصد پر مبنی ہوتی ہیں کہ قرآن کے
معلق مقامات کی توضیح کے حاوی اور یہ متاخر زمانہ کے اختراع ہیں
بس حقیقی واقعات اور روایت کے حالات میں تو متعدد اخبار احاد
مجموعہ سے قدر مشترک قطعی ثابت ہو گا (۳) قدر مشترک متواتر

قدر مشترک
متواتر

بہت

قطع نظر کر کے ہم کہتے ہیں کہ سلسلہ اسناد کو وضع کر لینے اور بھٹ
 بنالینے کا سبب تعدد طرق سے بھی باطل ہوتا ہے یعنی مختلف اسناد
 اور تفرق مآخذ سے جدا جدا محدثوں نے جو روایت ایک ہی الفاظ
 سے یا تسبیحی نقل کی۔ جسکے پیچ کے وسایط دوسری سند کے
 اسناد سے بے نیاز اور غیر متعلق بلکہ جدا جدا مکان اور زمان کے
 رہنے والے ہوں۔ تو ان میں یہ شبہ نہ ہوگا کہ راویوں کے نام بھٹ
 بنا لیگئے۔ انریل سرولیم میور کی تحقیق بھی انکو اسی نتیجہ پر لاتی ہے کہ
 ایسی مستقل روایتیں جنکا جدا جدا مآخذ ہوا ان میں (کلی یا خبری الفاظ
 یعنی جدا گانہ روایتوں میں جو من حیث الاسناد ایک دوسرے سے
 غیر متعلق اور بے نیاز ہوں) موافقت پائی جانے انکی صداقت
 کی دلیل ہے۔ گو وہ ایسی روایتوں میں تقلیل کرتے ہوں مگر
 یہاں پر قلت و کثرت اخبار پر بحث نہیں ہے (۴۲) بالاخر ہم یہ
 کہیں گے کہ ایسا شبہ صرف اک خبر واحد پر ہو سکتا ہے اور یہ خبر
 واحد ضابطہ فن و رایت میں قطعی الصدور نہیں ہوتے اور جس واقع
 کی خبر ہی اس پر یقین نہیں دلاتے پس متعرض کا یہ و شور طیل اور لاطال

خبر را قطع الصدور
 نہیں

منبت کے
سے

مذہب و عقیدہ

۱۰۔ علامہ الدین نے ۱۷-۲۵ تک احادیث کے مضمون کو جو معجزات کی نسبت ہے براعتبار ٹھہراتا ہے مگر جس قاعدہ استماع اخبار اور ضابطہ ثبوت سمعیات سے معجزات کا ثبوت ہو سکتا ہے اس سے بحث نہیں کی کیونکہ عقلاً جو قاعدہ ثبوت سمعیات کا مقرر ہے کہ ہر شخص اشخاص اور چشم دید گواہ جنہوں نے واقعات کو خود مشاہد کیا اور اپنی آنکھوں سے دیکھا غلطی تعداد بھی کثیر مواد ان کے اخلاق و عادات اور قوامی عقلیہ کی کیفیت بھی مشہور اور معلوم ہوا اپنے زمانہ میں بہت سے لوگوں سے اپنا مشاہدہ اور ادراک بیان کیا اور انہوں نے اوروں سے ایسے سبب و سالیط و روایات اپنی ذراقت میں بھی ویسی ہی ہوں اور ہر طبقہ میں کثرت اور شہرت سے روایت کرتے آتے ہوں حتیٰ کہ مشاہیر محدثین کی مسانید و مجامع میں قلمبند ہونے تک ایسے ایسے متعدد سلسلے ہند و متصل ایسے راویوں کے ذریعہ سے چٹکے مجاری احوال سے انکشاف ثبات و مذہب نیک وضع و صادق القول اور صحیح العقل ہونا بھی متحقق ہو کثرت مروی ہونے میں تو ایسی خبروں پر اعتبار اور یقین قریب قریب ہو جاتا ہے۔

ہمصر تحریر میں مندرج ہے بقدر مشترک قریب یقین ثابت ہوتا ہے *
 پس مقترض کے ۳ و ۴ و ۵ دلیل کے شبہات صرف ایسی جبرون پر
 عاید ہو سکیں گے جنکو کسی اکے دو کے شخص نے بیان کیا ہو اور ہماو
 کے سلسلہ میں نقص ہو مگر ہم مصر مشاہدین کے اس حجم غفیر اور بلا واسطہ
 ادراک کرنے والوں کی جمع کثیر اور طبقات اور جماعت خلق کی
 روایت سے جو طبقا عن طبق ہر ایک زمانہ اور ہر ایک نسل اور شہر میں
 بکثرت اور بشہرت بیان ہوتے آئے ایسے شبہ نہیں ہو سکتے۔

مقترض کہ فرزانہ بحث اور عاقلانہ نقلگو اور باقاعدہ اعتراض کر نہ کیا متوقع
 تھا تو یہ تھا کہ جتنے معجزات مشہور ہیں انہیں سے ایسے کتنے ہیں جو قاعدہ
 سمیعات اور ضابطہ تصحیح اخبار سے یقینی ہیں اور کتنے ایسے ہیں جو اسکے
 طبقوں اور نسلوں میں معلوم اور مشہور تھے اور کس قدر ایسے ہیں جو قاعدہ
 سابقہ اور طبقہ اولیٰ میں نامعلوم اور غیر معروف تھے اور بعد کے زمانوں میں
 مشہور ہو گئے ایسی تقریر اسکی البتہ ارباب علم اور صاحب عقل کی توجہ سے
 لائق ہوتے نہ کہ اسکے آ و ۲ و ۶ و دلیل جو واقعات تاریخی اور اخبار

معجزات مشہورہ
 عامین زبانیہ
 کرنا یا چاہیے

سمیات اور فن و ریت سے علاقہ نہیں رکھتی وہ تو اعتقاد ہی میں ہیں
کہ جنکا تاریخ میں لکھنا بھی حماقت ہے اور ہر ایک صاحب اعتقاد اپنے
معتقدات کے خلاف پر شبہ ایسا ہی کر سکتا ہے۔

۱۱۔ جب ہم اس بات پر نظر کرتے ہیں کہ مسیح کے حالات
سرگزشت کی کوئی انکی مبصر تحریر موجود ہے یا نہیں تو معلوم ہوتا ہے
کہ مسیح نے اپنے کلمات و مواعد و نیز حالات نہ تو خود لکھے اور نہ اپنے
زمانہ قیام میں لکھوائے اور نہ حواریوں نے عہد مسیح میں اپنے مشاہدات
اور مدارکات قلمبند کیے۔ ایک معالطہ شدید نے کہ مسیح اس وقت آسمانی
بادشاہت قائم کرینگے متقدمین مسیحیوں اور حواریوں کو ضبط اور تحریک
حالات مسیحیہ کی طرف متوجہ نہیں ہونے دیا۔ مسیح نے جو آسمانی بادشاہت
کے قریب آنے کا اپنے دوسرے مرتبہ کے نزول جلال کا وعدہ
ایسا قریب دیا تھا کہ اس نشت یا طبقہ کے لوگ منقرض نہ ہونگے جب تک
ابن آدم کو مادون میں آتے ہوئے نہ دیکھ لیں (*) اور مارٹن لوتھر
سے وعدہ تھا کہ تم اسرائیل کی بارہ قوموں پر حکومت کرو گے (*)
اس آسمانی بادشاہت کی ایسی سرگرمی سے انتظار رہے کہ بعض یہاں

نجدیہ کی تاریخ

سید محمد حسین

بکریہ

مسیحیہ کی تاریخ
نجدیہ کی تاریخ
سید محمد حسین
بکریہ

جو زیادہ بیتاب تھے مسیح سے جاتے وقت پوچھتے تھے کہ کیا تو ابھی قائم
 قائم کر گیا (احمال ۱۶) اور حواریوں کے زمانے میں جمہور یسوعیوں کا بھی
 یہی خیال پل اور گمان یہودہ تھا اور سب قدما کریمی اور ابتداء
 کلیسیا ہی اسی امید اور تمنا میں تھے روتہ الکبریٰ کی مشہور مورخ
 ادورڈ گبٹن نے باب اشاعت دین عیسوی میں لکھا ہے
 (جل ۱) یہ جمہور کا اعتقاد تھا کہ دنیا کا ختم ہونا اور آسمان کی باؤتھا
 قریب تھی۔ حواریوں نے اس عجیبہ اشان واقع کے نزدیک آنکی
 پیش خبری دی تھی اور بہت ہی قدیم شاگردوں نے اسکی روایت
 محفوظ رکھی تھی اور ان لوگوں کو یسوع کے کلمات کو اپنے نفوی
 معنوں میں سمجھتے تھے اس طبقے کے لوگوں کے جنون
 اس میں پر اسکی مسکن کی حالت دیکھی تھی کلیتہ منقرض ہو جائیے
 پہلے ابن آدم کے دوسری مرتبہ کے نزول اجلال کا انتظار کرنا
 تاکہ وہ لوگ یہودیوں کی مصیبتوں کی جو ویسپین اور سزورین کے
 تحت میں ہونے کو تین شاید ہوں۔ انتہی۔ ابھی یہ لوگ تو
 اس آدم مہوم کا خیالی بلاء تو بکا رہے تھے کہ اس پر طرہ یہ ہو کہ

قرون اولیٰ میں
 جمہور یسوعیوں کا اعتقاد
 تھا کہ دنیا کا ختم ہونا اور
 آسمان کی باؤتھا قریب تھی

یو غاصاری نے بڑی ہی عمر پائی اور لوگ اسکو سمجھنے کے ضرور سچ کی
 آخری آمد کو یہ دیکھے گا۔ اور اسکی امتداد حیات اور زیادہ عمر مہونے سے
 اس اعتقاد کے ایجاد ہوئی کہ مسیح کے قول کی تصدیق کے لیے خدا نے
 اسکی عید عمر بڑھادی ہے۔ * بالکل جمہور سچی تو اسی امید و منتظر میں تھے اور
 آئندہ کے واسطے تصنیف کرنے پر توجہ نہیں کرتے تھے کتابت کی بھی قدر
 کم کرتے تھے اور مسیح کی باتوں کو جو انکی منتہا سے آرزو تھا اور جسکو باولون
 میں پہر آتے دیکھنے کی بڑی انتظار تھی صرف اپنے دل میں محفوظ رکھتی تھی
 اور زبانی روایتوں کو کتابت پر بہت ترجیح دیتے تھے جب زمانہ ممتد گزر گیا
 اور لوگوں کو اپنی امانی و آمال سے یاس ہوئی اور زبانی روایتوں میں کمی
 ضعف آگیا اسوقت لوگوں نے تحریری تذکروں پر توجہ شروع کی۔
 اس عرصہ تک بہت سی جھوٹی تحریریں انجلیوں اور حواریوں کی خطوط کے
 نام سے جمع ہو کر ایک انبار ہو گئیں تھیں پس جمہور کی مصروفیت تو اس
 خواب خیال میں تھی اسلیئے مسیح کے کلمات اور حالات کے حفظ اور ضبط
 کرنے پر توجہ تمام اور اہتمام نہیں ہوا اور زبانی روایتوں کی تنقیح اور تصدیق
 اور انکے مخرج اور تآخذ پر نظر اور قصے کہانیوں اور واقعات تاریخی

یو غاصاری

یو غاصاری

یو غاصاری
 یو غاصاری
 یو غاصاری
 یو غاصاری

میں تیسرے مہینے کی گئی چنانچہ ابتداً اہل شوق نے سوا سے زبان میں سچ کے
 مواعظ علحدہ علحدہ مثلاً کیسے تمہیلوں کو کہیں اور کلمات کو اپنی یاد
 اور سماعت کے موافق قلمبند کیا تو وہ رسالے مانگی جاتی اور عاریت کے
 طور پر بعض مومنین میں متبادل رہتی اور یہ لوگ انہیں قصص روایات
 کے وسیع کرنے میں کچھ باک نہ کرتے تھے اور جداگانہ تصنیفوں کی ایک
 دوسری تہہ کبیل گئی تے تے مگر مسیح کی انجیل کا کوئی مستقل متن یا ایک مسلم
 کتاب جو عامہ مومنین اور جامعہ مجتہدین کی ہدایت اور ارشاد اور روشن
 خادموں اور عالموں کا مرجع اور تمسک ہو نہ تھی۔ سلطنت فرانس کے
 انسٹیٹیوٹ کے رکن رکیمن فاضل ارسطو رینان تذکرہ عیسیٰ کے مقدمہ میں
 لکھتے ہیں کہ (مطبوعہ ۱۸۶۵ء) دو بہر حال یقینی ہو کہ ابتداً ہی میں عیسا
 کے کلمات غریبے زبان میں لکھے گئے تھے اور شروع ہی میں ان کے
 افعال بھی قلمبند ہوئے تھے۔ یہ اسی تحریر میں نہ تھیں کہ تشخص کے
 یقیناً لکھی گئی ہوں۔ علاوہ ان انجیلوں کے جو بہت کم آئی ہیں
 اور سب کی ایک تھیں جنہیں مشاہدین کی روایتیں تھیں، یہی تحریروں
 کی قدر کم ہوتی تھی اور خطاط مثلاً سیس زبانی روایتوں کو بڑی سچ

یہ سچ کوئی متن
 شخص مومنین
 سچ کا ادبی پتہ
 بہت نادر

ارسطو رینان
 نے کہا

دیتے تھے۔ چونکہ ہنوز لوگوں کو یہ اعتقاد تھا کہ دنیا غم پر ختم ہوگی تو آئندہ کی کتابیں تصنیف کرنے کی پروا نہ کرتے تھے صرف اپنے دلوں کی زندہ مثال کھنا (جسکو جلد ہی ہر یاد لون میں آتے دیکھنے کی بیٹی) کافی ثابت تھی۔ اسی سبب انجیل کی کتابوں کا ایک سو پچاس برس تک کم اعتبار ہوا۔ اور انہیں اور باتیں درج کرنی اور کئی طور پر تطبیق دینی اور بعض کو بعض سے تکمیل کرنے میں کچھ باک نہ کرتے تھے۔ جس پر ہمارے پاس ایک ہی کتاب ہو وہ چاہتا ہو کہ جو کچھ اسکے دل کو غریزہ وہ اس میں ہووے۔ یہ چھوٹے چھوٹے رسالے مستعار جاتے تھے تو ہر ایک شخص نے اپنے نسخے کے حاشیہ پر جو الفاظ اور تمثیلیں اور کہیں پاتا ہے اور اسکے دلوں گھنے میں نقل کر لیتا ہے۔ کوئی مستقل اعتبار کی کتاب نہ تھی۔ یوسطینوس جو اکثر اس کتاب پر حوالہ کرتا ہے جسے وہ حواریوں کے تذکرے کہتا ہے اسکی اطلاع میں انجیل کی تحریریں ایسی تھیں جو ان ہمارے پاس کی انجیلوں کے بہ نسبت اور ہی طرح پر تھیں۔ اور وہ انکا کبھی متن مستند کے طور پر حوالہ نہیں دیتا۔ اور کلیمنت کی موضوعی تحریروں میں جو فرقہ ایونہ کی اصل میں انجیلوں کے حوالوں کی ہی

* اسی میں سے
سندھ کا بیچ
بہت کچھ
اسی کتاب سے
باب کے آخر میں
سے نقل کیا ہے

* اسی طرح سے درج
اسی کتاب میں
باب کے آخر میں
بہت کچھ
اسی کتاب سے
باب کے آخر میں
سے نقل کیا ہے

صورت ہے مضمون سب کچھ تھا مگر عبارت کچھ نہ تھی۔

دوسری صدی کی نصف ثانی میں جبکہ روایتیں ضعیف ہو گئیں تو وہ کتابیں جنہیں حواریوں کا نام تھا قطعی الحکم ہو گئیں اور شرع کے حکم میں ہو گئیں، فقط

ہر چند کہ یہ قریح اجمالی اہل اربعہ کی قطعی الصدور اور صحیح السند ہونے کے ثبوت میں کافی ہو گا مگر ہم اپنے فرادے فرادے پر نظر کریں گے۔

لوگ کی نسبت ظاہر اور سلم ہو کہ اسے جو حقائق لکھے ہیں وہ اپنے شاہدہ اور ادراک سے نہیں لکھے کیونکہ یہ حواریوں میں سے

اور مسیح کی مصاحبت اور ملازمت میں داخل تھا۔ اور دیا جا چکا ہے ظاہر ہو کہ اس کی کتاب اور رسالوں سے استفادہ ہو۔ پس اسکے اخبار کے

قطعی الصدور اور صحیح النسبت ہونے پر تو کس طرح یقین نہیں ہو سکتا اور چونکہ بعد محاصرہ مدینہ لکھے گئے اور ہمیں اپنے مآخذ کا ذکر اور دیا

کی کیفیت نہیں لکھی اور وہ خود حواریوں کے طبقہ ثانی کا آدمی تھا۔ اس لیے اسکے اخبار و قصص پر ایسا وثوق نہیں ہو سکتا جیسا کہ سمیع کے

ثبوت کے لیے سلسلہ اسناد اور مآخذ کی وثاقت کی صحت عقلاً کار ہو۔

تاریخ مسیح

تاریخ مسیح

علاوہ ازمین چونکہ اسکے پیش نظر اور رسائے اور دو تین مہین
تو انکی جمع و تلفیق اور تہذیب و ترتیب میں اسنے اپنی رائے اور ظن کو
بھی دخل دیا اور تصرف کیا۔ اور جہاں یسح کے الوہیت کے خیال سے
کسی فقرے میں دقت پائی گئی تو اسے بھی سلجھایا ہو (۱۳۳-۱۳۴) متک ۳۳
کو چھوڑ دیا ہے) بعض عجائبات میں مبالغہ کیا ہو (۱۳۴-۱۳۵) ۳۳
اور تبار یخون غلطی ہو (مثلاً قرینیوس لیڈانیاس نموداس کی نسبت)
اور کہیں تو دو تمثیلوں یا واقعوں کو ملا کے ایک کر دیا ہو (۱۳۵-۱۳۶) اور
کہیں ایک کے دو کر دے (۱۳۶-۱۳۷ و ۱۳۸-۱۳۹)

یہاں پر
نہیں

یو خا کی انجیل کے آخر کا باب اسپر دلالت کرتا ہو (اگر وہانی
نہ پایا جاوے) کہ وہ کتاب یو خا کی تصنیف سے نہیں ہو۔ دوسری
صدی کی نصف اول میں بھیر پوپلیس کا اسقف پی پیاس گزرے ہو
وہ بقول اریستوس (سنگمہ ۷) منجملہ سامعین یو خا ہو اور اگر ایسا
تو اسنے منجملہ شاگردان یو خا مثلاً ارستیلون اور پریطرس جواہس
سے مصاحبت اور مخالفت کی ہو اور اس شب نے باوجودیکہ ان دونوں
شاگردان یو خا کی روایتوں کو بڑے اتہام سے جمع کیا اور باہر نہیں کہ

حالات میں کے انبار کے جمع کرنے میں بھی بہت سرگرم تھا۔ کہیں پہ
 تذکرہ سچ کی نسبت جو یوحنا حواری نے لکھا ہو ایک لفظ بھی نہیں لکھا
 اگر کھلی کتاب میں ایسا کوئی ذکر پایا جاتا تو یوسی مس فروغ (ششمہ)
 جو ایسے امور کی تائید میں ہر ایک بات تلاش کر کے لکھتا ہے اسکو
 ضرور لکھتا۔ (دیکھو ریمان کا تذکرہ عیسیٰ صغیر ۱۴۹ مطبوعہ ۱۸۶۵ء لندن)
 پولیکارپ بھی یوحنا کا شاگرد تھا (اور ان لوگوں کو یوحنا
 کی تصنیف ضرور معلوم ہوگی مثلاً یوحنا کا پہلا خط یہی پولیکارپ اور
 بی پاس گسے یوحنا کی طرف منسوب کرتے ہیں مگر) اسکے کلام میں بھی
 یوحنا کی انجیل یوحنا سے منسوب نہیں۔ یہ کہا گیا ہے کہ ارینیوس کے کلام میں
 اسی انجیل کی نسبت یوحنا کی طرف ہے۔ مگر ارینیوس تو پولیکارپ کا
 شاگرد تھا اور پولیکارپ کے کلام میں کہیں اسکی اسناد نہیں ہے تو
 ارینیوس کی سند ناممکن رہی اور سلسلہ میں اتصال نہ پایا گیا۔ اور یہ
 اس کتاب کی تائید میں کہا جاتا ہے کہ یوسطینوس۔ ایٹناغوروس
 طیطیان۔ ثیموفیلوس نے اپنی مباحثوں میں اس کتاب سے استناد
 اور احتجاج کیا۔ مگر یہ بھی ایک ناممکن سند ہو کیونکہ کسی کتاب کی صحت

نسبت ثابت ہونا اور پھر ہے اور ایک مانہ مخصوص میں اسکا وجود پایا جانا اور پھر ہے۔ اگر ان قدماء سیمون کے زمانہ سے اور بھی پتہ اسکے وجود کا پتا لگے تو بھی صحت نسبت ثابت کر نیکو کافی نہیں۔

متی اور مرقس کی نگلیں اپنی اپنی فقدان اسنادیں انھیں دو نگلیوں کی مساوی الاقدام ہیں بل مع شے زاید۔ انکی تصنیف کا زمانہ بھی گو محض قیاساً پہلی صدی کے اوائل نصف ثانی اور غالباً ۳ و ۴۰۔ انجیل سے پیشتر اور اقدم قرار پایا ہے۔ مگر ان دونوں کی صحت نسبت کی متعدد اور متوافر صحیح اور متصل سندیں پہلی اور دوسری اور تیسری نصف صدی تک مثلاً تقریباً دوسو برس کے زمانہ کی اسوقت کے حواریوں اور دین کے بزرگوں اور استفون اور عموماً عالموں اور حواریوں کے شاگرد اور شاگردوں کے شاگرد کی سلسلہ اسناد سے برابر گواہیں اور خبریں کہ یہ دونوں متی اور مرقس نے لکھیں اور ان سے فلان فلان کے ذریعہ اور واسطے سے ان کے قرنوں اور زمانوں میں متد اول ہوتی آئین کہیں نہیں پائی جاتیں۔ بلکہ ایک سلسلہ اسناد بھی متصل

نسخہ انجیل متی

انجیل کی کپی
سندہ کی کپی

نہیں ملتا۔ چہ جائیکہ متعدد اور بکثرت ہوں مثلاً اسی دور میں کے
 زمانے میں یعنی تقریباً ۵۰۰ء سے ۲۵۰ء تک لوق اور یوحنا
 (باعتباراً آخر زمان تصنیف) برنباس - کلیمنس - اور دوسرا
 کلیمنس - اکناتیس - پولی کارپ - پی پیاس - اسیطون
 پریمیس جو اناس - جطینوس - اتھانا غورس -
 تھیوفیلوس - اریونیوس - اریجنس - کیرناٹوس -
 انکے سلسلہ اسناد و استہداد سے ان کتابوں کی صحت نسبت کی
 سند نہیں ہے تو بعد کے زمانے میں انہی (یعنی ان چاروں کی)
 شہرت اور قبول اس اگلے فقدان اسناد اور غرابت کو نقصان
 پورا نہیں کر سکتی۔

غایت مافی الباب یہ ہے کہ اسناد کی واروگیر میں یہ لوگ
 دو ایک نہایت ضعیف مستحکم پیش کرتے ہیں۔ مثلاً مذکورہ بالا
 مشہور معلموں کی تحریروں میں مسیح کے مشہور اقوال میں سے چند
 مسکرم اخلاق یا مام و غلط کلمے بیان کی نقل ہوئی ہیں اور چونکہ اول
 عیسوی مندرجہ بعض اہل سے میل کھاتی اور ان کے موافق پائی جاتی ہیں

نقدین مخالف
 عیسوی کے کلام میں
 انجیلوں کی نسبت

تو گمان کرتے ہیں کہ ان نہایت قدیم معلوم کی تصانیف میں این انجیلوں سے نقل ہوئی ہوگی مآخذ الطبی و ماہم الا یحرمون مگر یہ مین وجہ سے غیر مفید ہے۔

اول تو یہ قول انکی تصنیفوں سے اسطرح پر نقل نہیں ہوئے کہ مثلاً متی کی انجیل میں یون لکھا ہو یا لوقا کی انجیل میں ہر ملکہ عموماً مسیح کے طرف منسوب کر کے نقل کیا ہو۔ بس اس سے تو ان کتابوں کا ان مصنفوں کے پیش نظر رہنا بھی نہیں نکلتا چہ جاکہ انکا منسوب الہیم سے تصنیف ہونا۔

دویم۔ چونکہ حواریوں کی تعلیم زبانی ہو کر تھی اور روایتیں اسوقت میں بہت مشہور تھیں اور جیسا کہ پی پیاس سقف (باب ثانیہ) کے قول (مندرجہ تاریخ بوسی میں) ظاہر ہے کہ زبانی روایتوں کی ترجیح دی جاتی تھی۔ اور مسیح کے بعض کلمات و اعمال حواریین اور اورشلمہ قدیم کی تحریروں میں ایسے منقول ہیں جو ان چاروں انجیلوں میں نہیں ہیں اسطرح سے وہ اقوال بھی کلیمہ یا لکھا سنس وغیرہ تک زبانی روایت کے ذریعہ سے پہونچے تھے کہ کسی کتاب سے نقل ہوئے۔

سوم۔ بعضی تحریریں ان مشائخ اور معلموں کی بھی تو موضوعی ہیں اور انکی مختصر تحریریں نہیں ہیں۔ پس اگر انہیں صحیح حوالہ بھی ہو تو بھی قدمت زمانہ کی جو بات اور سند تھی وہ جاتی رہی۔

متی اور مرقس کی نسبت متقدمین میں سے ایک بزرگ کا قول اور بھی انکشاف بحث کے لیے نقل کرتا ہوں یعنی ہیراپوس کا سقف فی ماس جو مسیح کے حالات کے روایات جمع کر نیکاطر اشائق تھا۔ اس امر کو بیان کر کے کہ ایسے امومین میں زبانی روایتوں کو کتابت پر ترجیح دیتا ہوں مسیح کے اعمال و اقوال کے دور سائے ذکر کرتا ہے پہلے تو پطرس کے ترجمان مرقس کی مختصر تحریر جو نامعلوم اور بلا ریت ترتیب زبانی قصص اور حکایات پر متضمن پطرس کی اطلاع اور یاد رکھی گئی اور دوسرا ملفوظات کا مجموعہ جس متی نے عبرانی میں لکھا

جسکا ہر ایک نے جتنا ہو سکا ترجمہ کیا "فقط

ظاہر ہے کہ ہمیں دونوں انجیلیں متی اور مرقس کی مراد میں اب یہاں کہ دونوں کتاب میں جواب مشہور ہیں مطلقاً وہی ہے اور بالکل ویسی ہی ہیں جسے بی بیسا نے دیکھی تھیں۔؟

یہاں تک
کہ
نہیں
نہیں
نہیں

فاضل ارسطو پر بیان کرتا ہے کہ یہ بات ثابت نہیں ہو سکتی
دو وجہ سے۔ اول تو یہ کہ متی کی تحریر پی پراس کے قول میں صرف
عبری کے ملفوظات ہیں جبکہ بہت سے مختلف ترجمے بھی تھے۔
اور دوم یہ کہ متی اور مرقس کی نگہ بین کے ایک ایک بہت جدا جدا تھیں کہ ایک نے
دوسرے کی اطلاع سے نہیں لکھیں اور یہ بھی کہ مختلف زبانوں میں
اب حال کی کتابیں متی اور مرقس کی انجیل میں ایسے طول اور بالکل
ایک ہی سے متوازی اجزا پائے جاتے ہیں کہ ضروریہ تصور ہوتا ہے
کہ یا تو پہلی انجیل کے مؤلف متمم کے پیش نظر دوسری انجیل تھی اور یا بالکس
اور یا دونوں نے اور ہی ایک منقول عنہ نسخہ سے نقل کیا۔ اور یہی امر
نہایت ہی محتمل ہے کہ اب یہ نہ تو متی کی پہلی تمام تالیف ہو نہ مرقس کی
بلکہ ہماری دونوں پہلی انجیلیں ایسے ترجمے میں کہ جنہیں ایک کتاب کی
دوسری کتاب سے رخنہ بندی کر نکالا قصد کیا گیا ہو۔ حقیقت میں ہر شخص
چاہتا تھا کہ میرا ہی نسخہ کامل ہے۔ پس جبکہ نسخے میں صرف ملفوظات
تھے اسنے خوشی کی کہ حکایات بھی ہوں و کذا بالعکس۔ اور یہی وجہ
کہ متی کی انجیل میں مرقس کی تقریباً جملہ حکایتیں پائی جاتی ہیں اور

مرفق کی انجیل میں بہت سی باتیں ہیں جو مسیحی کے لوجیا (ملفوظات) مستخرج ہیں۔ علاوہ ان میں ہر ایک نے انجیلی روایتوں سے خود اپنا رائج تھیں استخراج کیا۔ یہ روایتیں ایسی نہ تھیں کہ انجیلیوں ہی میں نہ ہو یا تین اور اعمال حواریں اور نہایت قدیم مشائخ مسیح کے بہت سے الفاظ اقتباس کرتے ہیں جو صحیح معلوم ہوتے ہیں اور ہماری انجیلیوں میں نہیں پائے جاتے۔“ انتہی

وہاں سے ار
اقتال میں
جان انجیلیوں
میں ہیں

انجیلیوں کی روایتیں
نظمی الصدور میں

ان حالات سے ظاہر ہے کہ تاریخی واقعات اور نبوت سمیت
میں ان کتابوں کی روایتیں قطعی الصدور نہیں کیونکہ بحذف اسناد
مسقوط روایات و بلاؤں کو اخذ و بغیر ضبط قاعدہ استخراج جمع و تالیف
کی گئیں ہیں۔

علاء الدین کی
تذکرہ نش
مختصر

۱۲۔ عطاء الدین نے اس کتاب میں کمین اس امر پر بحث
نہیں کی کہ آنحضرت کی سیرت عام اور مجاری احوال پر نظر کر نیے
اور زمان نبوت کے قبل اور بعد نبوت کے تغلب احوال اور صفات
اور عاوقات پر غور کرنے سے آنحضرت کے طریق عمل اور کردار عام
سے کیا بات پائی جاتی ہو اور انکو ایسے بہت بڑے جھوٹ اور

ایسی سخت تندرستی سے (جیسا کہ مخالفین سمجھتے ہیں) کہا غرض تھی۔
 کیونکہ جس شخص کی زندگی کے حالات لکھے جاتے ہیں تو تاریخ نویس
 اور کردار گزار کو ضروری ہے کہ ایسے ایسے منظم امور میں جو ایسے
 شخص کی نیت دلی اور کردار ظاہری اور شب و روز کے احوال اور
 تمام عمر کے کردار سے پایا جاتا ہو اور اس میں فکر و تفتیش کرے۔ یہ بحث تو
 بڑی عظمت اور ضرورت کی اسوجہ سے تھی کہ جو کوئی ذہنی عقل اور حساب
 بصیرت آنحضرت کے معاملات میں نظر کرے وہ انکو دیوانہ و سفیہ تو
 نہ سمجھے گا تو پھر انکو اس تمام جھوٹ کے کارخانے اور فریب کے سلسلے
 اور دغا بازی کے نظام سے کیا مقصود اور مطلوب تھا۔ عماد الدین نے
 ایسے بڑے عمدے اور عالیقدر بحث سے کنارہ کر کے عامیانہ مسخرات
 اور معاندانہ اعتراضات اور بے سرو پا تقریریں جو اسکے عجز و کمال
 ضعف پر دلالت کرتے ہیں لکھنے میں۔ لہذا ہم ان باتوں پر بالاختصار
 نظر کیا جاتے ہیں۔

۱۳۔ اس امر کی بحث کہ باتو محمدؐ اپنی قوم اور قبیلے میں
 اپنی راست بازی اور امانت میں مشہور اور مقبول تھے اور بالایضا دفعۃً

مقالہ نمبر ۱۳
 پر درج ہے

ایک جھوٹ بولے اور مکاری اختیار کی انکی عزت اور آبرو مال و دولت
 خاک میں مل گئی اور وہ اسی نزدیک اور جھوٹ پر اصرار کرتے رہے سمین
 انھیں کیا جاہل تھا جس سے صریحاً ثابت ہوتا ہے کہ وہ داعیہ الہی کے
 بیان اور دعویٰ نبوت میں سچے تھے۔ حسب ذیل لکھے جاتے ہیں
 اور اسمین اپنے عندیہ اور عقیدہ کے سبق ظن اور عصبیت سے قطع نظر
 کر کے صریحی واقعات اور درایات سے بحث ہے۔

ایک جھوٹ بولے
 ایک صدف دہی
 نبوت

اطہار نبوت کے وقت تک آنحضرت ص کی عمر چالیس برس کی
 تھی اور اس عرصہ میں آنحضرت صلعم اپنی ذاتی شرافت اور امارت میں
 ممتاز و مغز اور عقل و دیانت اور صدق و امانت میں سے اپنی قوم
 مغز اور مقدمات اور مہات میں مزج نام تھے جب انکو اس طرح پر
 زندگی کرتے ہوئے ایک زمانہ کثیر اور مدت مدید گزر گئی اور وقت
 اونھوں نے اپنے آپکو مورد وحی الہی اور رسول خدا بیان کیا اور اپنے
 زمانے کے تمام احاد و اوساط و اکابر و اصاغر کے دین کو محض ضلالت
 و بطلالت و حماقت و سفاهت بتلایا اور جمیع قوم سے مخالفت
 ظاہر کی اور اس حرکت سے انکی ساری امارت اور دولت اور جا

و تروت برباد ہو گئی سب لوگوں نے اسی راہ درسم ترک کی اور
 تمامی اہل شہر وادیہ اسکے دشمن ہو گئے اور سیکڑوں طرح کی آذینیں
 اور تلخیں ان پر پڑیں اور برسوں اسی دولت و مصیبت میں گزری مگر
 آنحضرت نے یہ سب متاع و مصائب برداشت کی اور اسی عہد الہی
 اور امر حق پر قائم اور دائم رہے اور اسی نہج اول پر آخر عمر تک
 اور مضبوط رہے اور اسکے غم و اصرار میں کچھ فتور و قصور اور تغیر و
 تبدل نہ پایا گیا اور جب کہ اس ضابطہ فطرت اور قاعدہ قدرت کے
 مطابق کہ حسین ہر ایک شخص کو اپنے دفع ضرر اور رفع اذی کا حق اور
 اختیار ہے انکو اپنے دشمنوں پر غلبہ حاصل ہوا تب بھی وہ اسی ضابطہ
 باقی اور قائم رہے اور نفسانی آرزوؤں اور دنیاوی خواہشوں نے
 انہیں اثر نہ کیا اور وہ اس نہج توہم اور صراط مستقیم سے منحرف نہیں ہوئے
 تو ہم صریحاً یہاں عقل پر دیکھتے ہیں کہ آنحضرت معلم بے شک اپنے چوٹی
 میں سچے تھے ورنہ اگر یہ سب کچھ ترویج ہوتی اور وحی و تنزیل معطل ہوتا
 اور فریب ہوتا تو ممکن نہ تھا کہ یہ جھوٹ کا کارخانہ اور فریب کا سلسلہ ایسی
 مصیبتوں اور نقصانوں اور خوف و تلف جان کے موقعوں میں ایسی

مدت درازت چل سکتا۔ جب الکی وہ عظمت اور ثروت جو پہلے
 تھی اس بھکاری اور ترویر سے جاتی نہیں اور انھیں جان کے لالچ
 پڑ گئے اور بے خانمان ہو کر شہر چھوڑ دینا پڑا اور اسی دعویٰ کی بدولت
 کثیر المال تاجر سے ایک فقیر مہاجر ہو گئے تو ضرور اس جھوٹی بات اور
 ضروری کے دعویٰ سے باز آتے اور اس غم پر ستم نہ رہتے کیونکہ
 نقصانات تو ایسے صریح اور ظاہر تھے کہ جتنا روز بروز تجربہ ہوتا جاتا تھا
 پھر انھیں اور کس بات کی امید تھی۔ دنیاوی عظمت اور جاہ و ثروت
 اپنی قوم میں جو پہلے سے تھی (اور اس بھکاری سے بھی یہی ملتا) وہ
 اس بات کے بدولت کھو بیٹھے اب اور کیا ملتا تھا۔ یہ باتیں تو بھی
 برقرار بلکہ روز افزون اور مزید رہیں جبکہ وہ اپنی قوم سے نفرت
 اور معاندت نہ کرتے اسی دین یعنی عبادت اصنام و پرستش آؤں
 میں مانگے جاہ و منصب کا مدار تھا جب اس کے درپے بیچ گئی ہوئے
 تو پھر انھیں کس بات کے حصول کی توقع تھی۔ اور وہ بڑھاپے کا
 زمانہ جمین آئندہ کے حصول مطالب و منافع سے قطع امید دیا تو یہی
 ہوتی اور جمین سابق کے اندوہ و اندوختہ اور زمان نشین کی غمت

و توقیر حاصل کی ہوئی پر قناعت کر لیا زمانہ ہوتا ہو۔ پس ان باتوں پر
 نظر کرنے سے ہر ایک ذی بصیرت کو معلوم اور یقین ہو جائیگا کہ
 آنحضرت بے شک اپنے دعویٰ میں سچے تھے نبوت کا اظہار عجوبہ
 نہ تھا جملین اونھیں کوئی ذی نبوی غرض اور مفاد نہ تھا۔ یہ تو ایسی
 صریحی اور بدیہی باتیں ہیں کہ کسی ہی شعور اور صاحب تمیز کو اس میں
 شک شبہ کا مقام نہیں اور انکی صداقت ہر ایک کے دل میں
 مستیقن ہو جاتی ہے خصوصاً جس نے حالات نبوی کو بغور دیکھا ہو
 اور انکے مجاری احوال و طریق زندگی پر تامل اور انصاف سے نظر
 کی ہو چنانچہ عیسائی مورخوں نے بھی جبکہ ایسے مشنریوں کی طرح
 امر حق سے تعد و غماذ اور قسادت قلبی نہیں گو انکار نبوت میں
 راسخ قدم ہیں آنحضرت کی تائید نویسی میں امر حق کی غایت و تہ
 وضوح و سفور سے حقیقت واقعہ سے صریحاً چشم پوشی اور عمیت
 اختیار نہیں کر سکتے الا عصبیت اور سبق ملن اور اپنی ملت کے پاس
 صاف صاف نبوت الہیہ کا اقرار بھی نہیں کر سکتے۔

چنانچہ ویننگٹن آر ونگ اپنی انگریزی کتاب تاریخ محمدی میں

سب دنیوی دولین انکی زندگی کے ایسے وقت میں کہ انکو پھر بڑا
 چل کر نیچا بھی زمانہ نہیں رہا تھا خاک میں مل جائیں ،، انتہی

یہ بحث ایسی ظاہر و روشن اور صاف اور بین ہے کہ ہر ایک
 عاقل کو جو مہین نظر اور فکر کرے بجز اسکے اور کچہ چارہ نہیں ہو سکتا
 کہ وہ بالیقین سمجھ جائیگا کہ آنحضرت اپنے دعویٰ میں جھوٹے نہ تھے
 اور کوئی دنیادی غرض اور نفسانی خواہش ایسے دعویٰ ثبوت
 اور اظہار رسالت کے بحث نہیں ہوئے تھے اور ایسے واقعی اور
 صریحی امر رہت کے جواب میں مخالفین نہ تو ایسے روشن اور صاف
 امر حق کی تکذیب کر سکتے ہیں اور نہ اپنی عصبت یا سورنہمی سے اسکی
 حقیقت کا اقرار چنانچہ اسی باب میں ار ونگ متصلاً لکھا ہے
 ”پس کافی اعراض دنیوی کے بعد ان میں ہمکو ضرور ہوا کہ انکے صفات و
 عادات کی اس شکل دقیقہ میں کوئی او کیفیت بیان کریں چنانچہ
 اس کتاب کے اوائل میں ہم نے اسکے بیان کا قصد کیا تھا جان بے
 ہمنے یہ ذکر کیا ہے کہ انکی گوشہ نشینی اور روزہ داری و نماز و تفکر سے
 انکا غلو اور قوت متخیلہ درجہ درجہ متزائد ہوتی گئی اور اسی کیفیت میں

سب دنیوی دولین

کوئی دنیوی غرض
 اور نفسانی خواہش
 ایسے دعویٰ ثبوت
 اور اظہار رسالت
 کے بحث نہیں ہوئے تھے

ایک فرض جہانی یعنی صبح دوری سے ادھر ہی اِسعالی ہو اِسین
 انھیں ایسا تصور ہوا کہ مجھے خدا سے وحی آتی ہو اور علی الا علی کا
 نبی ہو گیا ہوں۔ پس اب ہرکو ہی تصور کرنا چاہیے کہ انکو انعام
 ہو گیا تھا اور انھوں نے اپنے رویا یا خیال کو حقیقت میں یقینی باور
 کر لیا تھا خاصہ جبکہ انکی حالت کرنے والے رازدار خدیجہ اور حبیب
 علم اور عیار ورقہ نے انکے شبہات کا معارضہ کیا۔ جب کہ
 ایک مرتبہ رسالت الہیہ کا حکم بدعت ایمانیہ متخیل ہو چکا تو اس
 بعد کے اعلام و تصورات اسی محل پر حل کیے جاتے تھے۔ ان
 سبکو یہ سمجھ لیا ہو گا کہ مشیت الہی اخبارین جو نبوت کی مشیت سے
 بانجا مختلفہ وحی کے جاتے ہیں۔ جوش اور تحریک کی حالت میں
 ہم انکو بالتحصیل و جد اور غشی میں پاتے ہیں بیان پر انھوں نے
 اپنے آپ کو معرض کمالیت الہیہ میں گمان کر لیا ہو گا اور ایسا ہوتا تھا
 کہ ہمیشہ ایسی حالت کے بعد وحی کا اظہار ہوتا تھا "انتہی تا مل"
 اس تقریر سے ہماری دلیل کی قوت اور جناب نبوی کے
 دعویٰ کی صداقت بخوبی ہوتی ہو اور ایسے ہی مخالفین کے جواب کا

اسکو یہ کہ
 یہاں

اسکو یہ کہ

ضعف اور توجہ کا لا طائل ہونا بھی کا انور علی شاہق الطور ظاہر ہے کیونکہ یہ بات تو مسلم ہو چکی کہ یہ دعویٰ انحضرت کا نہ تو جھوٹ تھا اور نہ اس کی کوئی دنیوی غرض مراد تھی تو بھرا ب سواے سچ اور امر حق کے اور کیا رہ گیا۔ ہم بیان پر چند امور مناسب مقام باختصار تمام اور بھی ذکر کریں گے (اولاً) مرض صرع کی کیفیت محض دشمنوں اور خصوصاً یونانیوں کی بنائی ہوئی بات ہے اور جب تک اس کا ثبوت قاعدہ ثبوت سمعیات یقینی نہ ہوگا قابل تسلیم نہیں۔ علاوہ ازین بالفرض ہم نے ان بعض سیبہ درو مان متوسلین کے اس افسانہ مستحش کو تسلیم ہی کر لیا تو بھی کیا کہیں ایسا ہوا ہے کہ کسی شخص مصروع نے کبھی اپنے آپ کو نبی سمجھ لیا یا کبھی صرع نے کسی شخص پر ایسی دل پر قومی اثر کر دینے والی باتیں انگلیں یا ایسی اعلیٰ اور فضل تعلیمین حقائق انبیات اور مکارم اخلاق کی سکھلائیں۔ اور کیا حالت صرع میں اجتماع حواس اور ادراک ایسا ہی رہتا ہے جیسا کہ حالت غیر صرع میں اور ادوار صرع میں مصروع کے خیالات کو ترفع اور بلند پروازی اور تفکر کو تحریک اور

حرف حق
حرف حق

ایسی ہی ہوئی ہے کہ میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ یہ پس انداز حالت میں
 ایسی اور ایسی تیزلی وحی کا محض بیانہ نہیں لیا تھا تو وہی وقت
 اور بحث جو محمد آئمہ ویرا اور مکاری کی حالت کی نسبت گزری
 پیش آوے گی۔ اور اگر یہاں نہیں تو اسکا ذکر فضول۔ (۱)
 وہ غش کی کیفیت جو اگر اسکا نگار اور استمرار ثابت ہو سکے تو ممکن
 ہے کہ از قبیل انرا بھی ہو جو کہ احساس وحی اور مشاہدہ ملائکہ اور
 استیحاء تیزلی میں ہوتی ہو جیسے موسیٰ کی حالت کو ہر طور پر مناسبت
 رویت الہی اور پوئوس کی کیفیت مسیح کی جلوہ گری پر ہوتی تھی
 پس ایسے احساس اور اور اک مہم کی باتیں۔ قوی عقل اور
 صاحب جودۃ قریب کو دہو کہ میں نہیں ڈال سکتیں۔

(۲) روایا حقیقی اور مکاشفات الہیہ میں داعیہ کا استفادہ
 اور تصرف ایسے عمدہ تمتد اور مدت و زائد تک کیونکر ہو سکتا ہے

بلکہ ان کے کو اثر ملی رہی و دہن ہر وہ بات اکثر برائے نام کے ایک اثر کی میں
 جو اسلام کے نام سے مقنون ہے لکھا ہے۔ وہ سادہ سی رائے میں صرف ہے کوئی شخص
 کسی اپنے آپ کو نہیں تصور کر لیتا اور نہ مشرق کے لوگوں میں ایسا بھی ہوا اور نہ
 کسی مرض کی وجہ سے دل کی ملاذین والی باتیں اور انفس نفس و غارہ معروض
 کے دل برا تھا ہوئی ۱۱ صفحہ ۳۱۔

۱۱
 ۱۲
 ۱۳
 ۱۴
 ۱۵
 ۱۶
 ۱۷
 ۱۸
 ۱۹
 ۲۰
 ۲۱
 ۲۲
 ۲۳
 ۲۴
 ۲۵
 ۲۶
 ۲۷
 ۲۸
 ۲۹
 ۳۰
 ۳۱
 ۳۲
 ۳۳
 ۳۴
 ۳۵
 ۳۶
 ۳۷
 ۳۸
 ۳۹
 ۴۰
 ۴۱
 ۴۲
 ۴۳
 ۴۴
 ۴۵
 ۴۶
 ۴۷
 ۴۸
 ۴۹
 ۵۰
 ۵۱
 ۵۲
 ۵۳
 ۵۴
 ۵۵
 ۵۶
 ۵۷
 ۵۸
 ۵۹
 ۶۰
 ۶۱
 ۶۲
 ۶۳
 ۶۴
 ۶۵
 ۶۶
 ۶۷
 ۶۸
 ۶۹
 ۷۰
 ۷۱
 ۷۲
 ۷۳
 ۷۴
 ۷۵
 ۷۶
 ۷۷
 ۷۸
 ۷۹
 ۸۰
 ۸۱
 ۸۲
 ۸۳
 ۸۴
 ۸۵
 ۸۶
 ۸۷
 ۸۸
 ۸۹
 ۹۰
 ۹۱
 ۹۲
 ۹۳
 ۹۴
 ۹۵
 ۹۶
 ۹۷
 ۹۸
 ۹۹
 ۱۰۰

۱۱
 ۱۲
 ۱۳
 ۱۴
 ۱۵
 ۱۶
 ۱۷
 ۱۸
 ۱۹
 ۲۰
 ۲۱
 ۲۲
 ۲۳
 ۲۴
 ۲۵
 ۲۶
 ۲۷
 ۲۸
 ۲۹
 ۳۰
 ۳۱
 ۳۲
 ۳۳
 ۳۴
 ۳۵
 ۳۶
 ۳۷
 ۳۸
 ۳۹
 ۴۰
 ۴۱
 ۴۲
 ۴۳
 ۴۴
 ۴۵
 ۴۶
 ۴۷
 ۴۸
 ۴۹
 ۵۰
 ۵۱
 ۵۲
 ۵۳
 ۵۴
 ۵۵
 ۵۶
 ۵۷
 ۵۸
 ۵۹
 ۶۰
 ۶۱
 ۶۲
 ۶۳
 ۶۴
 ۶۵
 ۶۶
 ۶۷
 ۶۸
 ۶۹
 ۷۰
 ۷۱
 ۷۲
 ۷۳
 ۷۴
 ۷۵
 ۷۶
 ۷۷
 ۷۸
 ۷۹
 ۸۰
 ۸۱
 ۸۲
 ۸۳
 ۸۴
 ۸۵
 ۸۶
 ۸۷
 ۸۸
 ۸۹
 ۹۰
 ۹۱
 ۹۲
 ۹۳
 ۹۴
 ۹۵
 ۹۶
 ۹۷
 ۹۸
 ۹۹
 ۱۰۰

ہندکب ہو سکتا ہے کہ اپنے ہر عظیم المرتبت میں صحت و ہم اور
وہ ہو سکے پر تمام امور کا انتظام دے گا اور اوسے وہم کی بنا پر تمام
میں بتین اور دو تین اور تمام تعلق احوال میں ہو۔ کسی کی
مخل اسکو وہم ہر کہے ہی باد و زمین کر سکتے۔

(۴) وہ کیفیت توجہ برائیگی اور اسکے جو شق اور بیان میں
مشرف بکائنات الہی تصور کر لینا خیالات خام اور تصورات
نا فرجام از قبیل اصغاث اجلام ہیں حالانکہ جناب نبویؐ کی تیرہویں
مخل اور وحدت شعور اور ذہن ثاقب اور فکر صائب محققین
میں بھی مسلم ہے۔ نو کہے ہو سکتا کہ اسکا اثر با اہمہ مواقع و
معارضات مرتے دم تک رہے۔ اور کیا وجہ کہ اگر ایک مرتبہ ہو
وہم یاد ہو کہ وہ جگہ تو باوجود سلامت عقل و صحت و راک
ہم اسی پر مستمرا اور مصر رہیں۔

پس یہ توجہ نہایت درجہ کی ضعیف اور نہایت مرتبہ کی کمزیر ہے
اور بیشک صداقت امام محمدیؑ اور حقیقت دعویٰ نبویؐ بہ اکل حوبہ
ظاہر و ثابت ہے۔

اب ہم ایک اور شبہہ کی تردید کی طرف متوجہ ہوئے ہیں کہ کیا
 و جنوع میں جسکی حقیقت ہر ایک قلب سلیم پر اثر قوی پیدا کرتی ہے
 مخالفین ایک اور شبہہ پیدا کرتے ہیں کہ ہجرت کے بعد آنحضرت
 کے خیالات میں تغیر پیدا ہوا اور جذبات و تدبیرات دنیاوی
 کی تحریک پانے لگی اور انعام مصابرت اور تحمل ترک کر کے اپن ہجر
 و تعدی سے انتقام لینا شروع کیا ۔ اور فریب اور دغا

✕ اور اردو کتب موبخ و متذکرہ کی تاریخ کبیر کے باب میں جہان محمد رسول اللہ
 کو حالات میں لکھتا ہے کہ دو خطرات ایسے کی روسی ہر ایک شخص کا حق ہرگز اسلوب کے ذریعے سے اپنی جمعی
 اور انہوں کی حفاظت کریں انہوں دشمنوں کی فکر کو رفع کرنے یار د کو اور حصول تدبیر و اطمینان یار د رکھا
 ملک اپنی مدد کو برکھا کے عرقوں کو اور تمدن میں رعایا اور اہل شہر کے فرائض میں ایک خفیہ ضیف کو
 محمد کو ایک برفساد اور خیر اندیش رسالت کے بحالہ میں اس کے ملک کو کو گون کے ظلم سے اس سے
 نزاع کی اور انہیں جلا وطن کر دیا ۔ صفحہ ۱۶۹ و ۱۷۰ منظرہ مطبوعہ لندن ۱۸۸۱ء اور اسی باب کے
 ۱۷۰ و ۱۷۱ صفحہ میں لکھا ہے کہ اور ۔ رخصت خیر اندیش یقین جان لیگ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں خاص
 اور اصلی نیکی کی تین گراں گردن کشی کفار کے جواد کے دعاوی کی تردید اور دلیلوں کی
 تہلیل کرین اور اسکی جان کو انداویں کو سے رسالت الہیاتی برداشت نہیں کر سکتے
 وہ اپنے ذاتی دشمنوں کو نومعات کر دے گا اور خدا کے دشمنوں سے عذر و غلط
 بر خداوت رکھے گا ۔ محمد کے بیٹے میں اسکی یاد اور اعظام کی محنت ترک
 مشغول ہوتی اور اپنے بیٹوں کے نبی کے امتداد ان کفار کے استیصال کے سبب سے
 جہنم لزم طرہ پاتا آواز بلند کی ۔ کے کے ظلم اور بدبختی کے قبول سننے اہل ملک
 شخص کو امیر قوم اور مسکین و اخطا کو رئیس انوار بنا دیا ۔ گراں کی لواحقین
 کے ، اپنے برسر اہل میں سے اور وہی خدا جو کھنڈن کو دیا اور ہرگز سے نہ فرمایا
 ہے ضرور ہے کہ ان کے استیلام اللہ یب کے لیے اپنے عباد کی دلاوری انفس
 فراموش ہے

جسکی حقیقت ہر ایک قلب سلیم پر اثر قوی پیدا کرتی ہے

نہایت عجب ہے کہ مخالفین ایک اور شبہہ پیدا کرتے ہیں کہ ہجرت کے بعد آنحضرت کے خیالات میں تغیر پیدا ہوا اور جذبات و تدبیرات دنیاوی کی تحریک پانے لگی اور انعام مصابرت اور تحمل ترک کر کے اپن ہجر و تعدی سے انتقام لینا شروع کیا ۔ اور فریب اور دغا

سلطنت اختیار و انتہائی اس غم اور ہراس میں کسی صحیح پر موقوف ہو گیا
 ایک نئی قسم کا بغیر و تبدیل واقع نہیں ہو سکتا۔ دولت ظاہرہ اور سلطنت
 ظاہرہ کے حصول پر ہی وہی زہد فی الدنیا اور انبیا علی الآخرہ حضرت
 کا بتدبیر و رقتیہ اور سیرت رقتیہ رہا۔ دشت گلشنِ ارباب نے اسی
 کی بحث میں خود ہی لکھا ہے کہ لا مہارک بجزک میں فیروز مندی
 حاصل کرنے سے انہیں (محمد بن) غرور یا جھوٹی شان و شوکت نہیں
 آتی جیسا کہ اگر فیروز مندی ذاتی اغراض سے ہوئی تو آجاتی۔
 جب ان کو بڑی سی طرات سلطنت حاصل ہو جب ہی ان کی ساواگی
 اطوار و اوضاع و سیہی رہی جیسے کہ تملیفات کے زمانے میں تھے۔
 تملیفات بادشاہی سے تو وہ ایسے دور تھے کہ اگر کسی مکان میں آتے
 وقت کوئی غیر معمولی رسم و تقسیم کی ادا کیجاتی تو وہ ناخوش ہوئی۔
 اگر انہیں تمام عالم پر سلطنت کی خواہش تھی تو وہی دینی
 سلطنت تھی اور جیسے کہ دنیاوی حکومت جو انہیں سے نکل رہی
 اور بے بغیر خود نمائی کی برائے تھے ایسا ہی انہوں نے اپنے
 ہی گھر میں مستمر رکھنے کی کوئی تدبیر نہیں کی۔ جو دولت کہ ان کو خرچ

دشت گلشنِ ارباب
 دشت گلشنِ ارباب
 دشت گلشنِ ارباب

دشت گلشنِ ارباب

اور حضرت بن سنان سے دو سہاگے دے کر فرمایا اور فرمایا
 کے ریح تکلیف میں صرف موتی ہی ہیا سنگ کہہ نہ نہ خداوند خالق
 محمد ابن ہمارت کا قول ہے کہ محمد اپنی ذماتہ کے وقت ہر ایک مومن
 اور آلات حرب اور ایک قطعہ زمین چو اپنی اور واج و اولاد و
 فقر کے لیے مجبور کر گئے تھے اور نہ کوئی درجہ چھوڑ کر نہ دنیا نہ غلام
 نہ کہیں کہ چھوڑا اور۔ ایک مورخ کہتا ہے کہ خدا نے تمام رومی زمین کے
 چاہنیں انکو دین مگر انہوں نے نہ لینا نہ راہنہی —

پس دنیوی تحریکات کے نشہ کی توجہ ترویج تھی جو بیان ہوئی اور مخالف
 ہی کے کلام سے بیان ہوئی۔ مگر سنوڑ حکو دنیوی خواہشوں کو ابطال اور
 دنیاوی غش کی نفی و ترویج میں اپنے مخالف ہی کے کلام سے
 شہادت لائی ہے و افضل شہادت بہ الامداد —

چنانچہ اسی مقام پر مورخ ارڈنگ کہتا ہے وہ پس یہی کا علی کنسار
 نفس میں اس دلی خدا ترسی کے ہے جو آپ کے ہر ایک انقلاب حال
 میں جاری ہے جو ہر ایک شخص محمد کی خصلت کی صحیح سمجھ اندازہ کرے
 میران کر رہا ہے۔ کیف امان جبکہ دنیاوی سلطنت ان کے قبضہ

یہاں پر ان کی سلطنت
 اور ان کی سلطنت
 اور ان کی سلطنت

ہے فراڈ ہونے لگا کی کوئی اور چیز جس کا بکریا گواہ ہے۔ اولیٰ
 مدت کا پھر یہی طریقہ اتصال ہو کر آیا اور تمام دنیا وہی چیز ہے
 انہیں بڑھ کر دیا تا کہ اس نظام کا فرض و اہم اور یقینی فرق کی مدد
 ہے انہی سب کو ختم کرنا اور انہی کو دیا ہو سنی کی حالتوں میں توکل علی اللہ
 انکی قتل اور قسکیں تھیں۔ اور یہ ہے کہ گالیہ کہ خدا ہی کی محبت پر
 ان کی سب امیدیں رہیں۔ روحانی خوشیوں کے منحصر تھیں۔ الیٰ ان قابل
 مرنے دم ہی کہ دنیا و دنیا فریب کے کسی غرض کا وہ زمانہ نہیں ہو سکتا
 وہ اسے اپنی دینی گرمجوشی اور رسالت الہیہ کے اسی اعتقاد کا کام
 ہونے رہے اور وہ آخری الفاظ جو ان کے منہ سے نکلے وہ یہی دے گا
 اور انہی کے سابقین کی معیت میں جلد داخل ہو جانے کا یقینی اٹھتا
 ،، (انتہی) —

المختصر یہ امر کہ بالانجلا و فطوری و نبات و صنوح و سفور استہ کہ مختصر
 کو دعوت اسلام کرنے سے یہ غرض تھی کہ دنیوی رسالت اور ان کی
 حال کریں اور حال اور بدولت کما بین یا طبقات انہم اور جہاں اس
 ساری محبت میں سے اور ہم بلا فساد کہ لایین بلکہ ان سب باتوں کو لایین

ذلیل و حقیر پایا اور جو ریاست اور دولت کہ حق کے لئے کمال
 حاصل تھی اوسکو مطروح و فردود کیا اور اسلام کی دعوت اور دین
 الہی کے حفظ میں خانہ دیرانی اور جلاوطنی اختیار کی اور بیشتر
 مصائب اور سختیاں اور ٹہانیں اور عرصہ ویرانگی مخالفین کے
 جبر و تعدی و ظلم و ستم بڑے تحمل اور صبر سے برداشت کی اور اپنے تمام
 نقشب احوال اور حیثیات میں اُسے ایک بیخ قوم اور غم مصیبت پر قائم اور
 محکم رہے۔ پس کیسے ہو سکتا ہے کہ دنیاوی خواہشیں اور دنیاوی زندگی
 یا عیالی شبہات اور محض خطرات بال ایسے عجیبہ انسان نظام امور و
 واقعات میں مخفی اور مستتر رہیں اور کیسی ممکن ہے کہ انکا یہ مجاہدی احوال
 اور استقامت رفتار ایک مکاری اور تزویر سے برامو اہو۔

بالاخر ہر وہی مورخ انجام من من ہی۔ یہ لکھتا ہے اور پس ایسے
 کمال سرگرمی اور ثابت قدمی خدا ترسی کو ایک نظام مسلسل کفرانیز و
 کے ساتھ مطابق کرنا اور ایسے ہی اسقدر پاک و عالی مرتبہ اور کریم حکام
 منذر و قرآن کو ایسے ایک خیال سے جو ملکات زریہ کا معدن اور مخزن
 و بنیادی اغراض و خواہشات کی کے وقت موافق و بنیاد شوارہ ہے

مفت
 محمد رفیع
 صاحب

اور ہر کوئی کی سیرت اور کردار کے ساتھ پسندیدہ طور سے عمل کرے گا
 اور کوئی طریقہ نہیں ہے جو اس کے تصور کر لین کے اس میں مخالفت کی
 شائع جو تقسیم غبار تر این تو میں توجہ کی حالت میں ان کی جوش کی
 بری جوتی روح پر مشتمل ہوتی وہی کم یا زیادہ ایک قسم کی دیوانگی
 خاص میں ان کے ہماری احوال کے انجام تک ان کو میراں کہے ہیں
 اور ادھون نے اپنے نہیں غلط عقیدہ میں کہ میں نبی مرسل ہوں
 وفات پائی۔ ۷

مگر یہ تو سب اہم عقل پایا جاتا ہے کہ وہم اور شبہ اور غلطی اور
 وہم کے کا کیا اثر و قیام ہوتا ہے اور جو امور احساس اور ادراک
 سے دریافت ہوتے ہیں ان کی کیا کیفیت ہوتی۔ اور وہ مکاشفہ
 حقیقی اور مشاہدات الہی کا بیان جو جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
 کامل اور یقین واثق سے بیان فرمایا جیسے مشاہدات پہنچا دے۔ ۸
 اور انہی اور احساس حقیقی پر مبنی ہوتا ہے اور اسی کی اظہار پر مبنی
 قرآن مجید اور قرآن شہور اور ارادہ و اختیار و توجہ میں کسی صاحب عقل کے
 ایک منہ کے لیے ہی شہرہ میں ہو سکتا کہ انصاف کا انہی کے سوال میں

اور انہی اور احساس حقیقی پر مبنی ہوتا ہے اور اسی کی اظہار پر مبنی
 قرآن مجید اور قرآن شہور اور ارادہ و اختیار و توجہ میں کسی صاحب عقل کے
 ایک منہ کے لیے ہی شہرہ میں ہو سکتا کہ انصاف کا انہی کے سوال میں

بیان کرنا اور مشاہدہ مالانکہ اور نزل وحی کا احساس محض

وہو کا او۔ وہم تھا۔ X

۱ ماضی صاحبکم و ماعو

۲ وما یبطق عن الھوے

۳ ان ھو الا وحی ینحی

* * * * *

۱۱ ماکذب الفواد مارا

فومن کیا جاوے کہ کوئی حکیم یا فقیہ کسی ایسے مسئلہ خاص میں چین اور معاصرین یا آرا و مشہورہ سے مخالفت کی گئی ہو ایسی وقت میں یہ ہو کر آوے سلطان وقت یا جماعت قوم کہ بطور سخت مصیبت میں پڑ جاوے اور موت کے خطرہ سے دوپہلی دیجاوے ایسی حالت میں میں صورتیں ممکن ہیں (۱) یا تو وہ شخص جو اس مسئلہ کو حق جاننا ہو ان تکلیف میں پڑے اور مصیبتیں پہیلنے کو خوف سوسم انگارہ لگا جیسا کہ دانشمند گلیلیو کی کیفیت ہوئی (۲) وہ حکیم اپنی اسے کو حق جاننا ہو اور اس پیش آئی ہو اور مصیبت کی تکلیف پر کمال جرأت و مردانگی قائم رکھ کر مصیبتیں اٹھانا ہو جیسا امام احمد بن حنبل کو اس مسئلہ میں مختصم بالقتل کو زمانہ میں پیش آیا (۳) وہ عالم اگر اپنی اسے کو حق نہ جاننا تو ضرور ایسے نقصانات اور تکلیفیں قید کی مصیبت و موت کی ذمہ دین پر لڑ لگا لگا کر اور کوسل سلاو کر لگا لگا لیکن یہ نہ غلو نہ تالیف امور نہ ہنیدہ عقلی احسان اور نہ ہی رومی کو جو یہ ثابت قدم رہو کی میں ایسے لوگوں کی کثرت صرف ہی نہیں جو کہ وہ ثابت قدم والا اعلیٰ اس ثابت قدم میں مسئلہ کی حقیقت پہنچانے میں اور جاننا ہو کہ جیسا کہ یہ اور دفعہ میں قصہ یوں آرا کیہ میں کوئی شخص ان قصہ کو برکت کرے تو بیشک اسکی صدق قول کی قوی حجت ہوگی چنانچہ جو تکلیفیں ان صاحبین جناب رسول خدا کو وہو رسالت میں پیش آئیں وہ از سر مرے بالقلید نہ تھیں بلکہ نزول وحی کا احساس اور مشاہدہ ملائکہ وغیرہ امور حسیہ تھو جنہیں مخالطہ کار کا انہیں کیا ایسے خواہس پر حکم و احتیاج کرنا چاہیے۔ بنین تو سب کا وہ بار عالم کی بحث بند ہو چکے اور ہم لوگ سوسفطانی بن جائینگے۔

علوم و فنون کا روح ہو سفر و سیاحت یا سیر و اقامت ہی نہیں
 کی۔ پس اس زمانے کی ایسی حالت اور ظلمت اور
 آنحضرت کی اُمت اور بہر ایسی معرفت ذات و صفات و احکام تھی
 اور ثبوت معارف ربانی اور دلائل بعثت و نشر و براہین توحید
 و تثنیہ باری تعالیٰ میں مبلغ عظیم اور مرتبہ علیا اور نہایت مقصودیٰ میں
 پہنچ جانا کہ جمیع عقلا و سمین متغیر اور عاجز ہو جائیں اور جسکی ادنیٰ
 درجہ پر بھی حکمت فلاسفہ اولین اور معرفت عقلا آخرین پہنچ
 اور ایسے اصول توحید اور تثنیہ کی بابتیں جبکہ فلاسفہ فیلسوفان سابق
 اور عقل عالمان لاحق نہ پاسکے بہ کثرت و شدت بیان دینا ناممکن
 عقل انسان اسکو یاد رکھتی ہے کہ ایسی باتیں بلا تعالیم الہی
 امکان بہت ربانی اور بغیر وحی و تنزیل حاصل و مستحسن نہیں۔
 ۱۔ اگر مذکور اس زمانے کے حالات اور واقعات پر نظر کریں
 یقینی معلوم ہوگا کہ ایسے عالی مرتبہ اور بلند درجہ کے علوم
 ربانی اور دقائق توحید اور حقائق تہجد و آداب خستہ و بحال
 اخلاق و ضوابط ملت و حکم نافعہ و مصالح ضروریہ جمیع عرب کی قوم

کی تعلیم و ترقی

کا

معاشرہ و زمانہ

میں درجہ و مراتب

انجینی اور جانچانگے ماہل کرنے میں برمی ریاضتیں اولاد و درواز
 مدین چامین اور چونکہ شخص واحد میں کمالات علمیہ اور علمیہ ہیں
 قرآن میں مجموعہ میں جمع ہونا مستبعد ہے تو ضرور ہے کہ مختلف
 عالموں اور متعدد فاضلوں اور حکیموں اور فیلسوفوں سے اخذ و
 کیا ہوگا اور ہر سو تک مشاہد خلق اور مجامع ناس میں تحصیل علوم
 و تحقیق معارف کے لیے آمد رفت اور تردد و عظیم ہوا ہوگا اور اکثر
 آدمیوں نے اس امر پر اطلاع پائی ہوگی اور تمام قوم اور دور و نزدیک
 کے بلاد و اصعار اور بیگانوں اور بیگانوں میں اس امر کا شیر و عظیم
 ہو گیا ہوگا یا اگر ایک ہی شخص سے تحصیل کی ہوگی تو وہ خود ہی جمع
 جمیع کمالات اور عالم بکل المعلومات ہوگا اور تمام قوم میں اس کی عظمت
 اور شہرت ہوگی اور بچے اور عورتیں بھی ایسے شخص کو جانتے ہوئے
 اور اسکے شاگرد بھی ضرور متعدد اکثر ہونگے اور لازم ہے کہ اس
 و تدبیر میں بہت سے لوگ آنحضرت کے شریک و جلسہ میں ہوں گے۔
 مگر آنحضرت کی نسبت انہیں سے ایک باہمی ثابت نہیں ہوا اور کسی
 یا اور کسی اُس ملک یا غیر ملک کے دشمن نے کبھی ایسا طعن نہیں کیا

کہ تینے ہمیں مین رہ کے تمام عمر فلان و بہان سے تحصیل معلوم میں صرف
 اور نما کی اور اب ہمیں سے کہتے ہو کہ مین نے لکھا پڑھا نہیں یہ سب کچھ
 مجھے وحی سے معلوم ہو گیا۔ اور ضرور تھا کہ جب محمد رسول خدا
 اپنے دشمنوں کے مقابلہ میں منکروں کی رد میں باعلاۃ صوت و
 باعلان تمام علی روس الاشتماد و بر سر عام اپنی اُمتیت ظاہر کرتے
 اور عدم تدبیر و تعلیم بیان کرتے تھے بلکہ اسکو اپنے مکاشفات اور
 وحی کی دلیل حقیقت گردانتے تھے (چنانچہ سورہ عنکبوت میں فرمایا
 ما کنت تنکو امن قبلہ من کتاب ولا تخطہ بيمينک اولارتاب المطلون)
 پس اگر یہ امر واقعی نہ ہوتا تو سب کے سب انکے لطلان اور تکذیب میں
 مستعد ہو جاتے اور تحصیل و تعلیم کے پتے بتاتے کیونکہ آنحضرت کی
 تکذیب میں وہ لوگ ہر طرح سے کوشش اور سعی کرتے تھے اور ہمیشہ
 جھوٹے طعن اور تشنیع کیا کرتے تھے۔ اور جبکہ کبھی ایسا نہیں ہوا
 (اور ایسا الزام انکی طرف سے منقول اور مسموع نہیں ہوا اگر ایسا ہوتا
 تو البتہ دشمنان دین ضرور اسکو کثرت رائج و مشہور کرتے اور اسکی
 یہ بات مشہور جلی آتی)۔ پس ثابت ہوا کہ کبھی قبل نبوت آنحضرت نہ

ایسے امور میں استعمال اور ایسے علوم کا استحصال نہیں کیا۔

ایک اور بات بھی قابل لحاظ ہے کہ مخالفین بھی مجھ کو صاحب
فہم و نواست اور باریک بین اور دانا اور دنیوی کاموں میں ماہر
تسلیم کرتے ہیں میں اگر یہ دعویٰ اٹھا کہ میں نے ان باتوں کو کسی سے
سکھا نہیں خلاف واقع اور جھوٹ ہوتا تو یہ جھوٹ سب لوگوں کی
نظر میں اٹک جھوٹا ٹھہر کے متنفرد اور ذلیل کر دیتا اور کوئی شخص
ان کی تعلیمات پر متوجہ نہ ہوتا اور ہر ایک شخص اسے نفرت کرنے لگتا
اور یہ بات ان کے غرض کو مٹاتی تھی کیونکہ انکا مطلب تو گروہ نام
در جمیع خلق کو اپنی طرف کھینچنا اور متوجہ کرنا تھا اور جب یہ لوگ
یسے صریح جھوٹ کی وجہ سے اسے نیرار ہو جاتے تو یہ امر ان کے
مطلوب کا بڑا مانع ہوتا اور کوئی ماقبل اور دانا جو اپنی غرض مقصود
کے مصالح و مفاسد سمجھتا ہو ایسے فعل کا اقدام نہ کر گیا جو اسکی غرض کے
مٹانی اور مقصود کے مانع ہو۔ پس اس سے یہی ثابت ہے کہ یہ دعویٰ
بھی جھوٹ نہ تھا۔

ہر خد کہ ہمارے مخالف مسیحیوں کا یہ شیوہ ہے کہ وہ صادق

ایسا تو کہو جو سچا
ہو اور جس کو سچا

مسیحیوں کا
شیوہ ہے

پہلی باتوں کا بھی انکار کر جاتے ہیں مگر اس بحث کے متعلق یہ تو ہم
 کہتے ہیں کہ حضرت محمدؐ آتی تھے اور یونانی عبرانی میں جانتے تھے
 اور توریت اور انجیل نہیں پڑھے تھے ۔ مگر کتبہ کیا ہیں کہ حضرت
 ابوطالب کے ساتھ اور کئی بار خود بھی ولایت شام کو گئے ۔ اور
 یمن کا بھی سفر کیا ۔ یہودیوں اور عیسائیوں سے عموماً بات چیت
 کر کے انکی کتابوں کے مضامین سے آگہی حاصل کی ۱۱ اور ورقہ خدیجہ
 اور سحر بن راہب سلمان فارسی اور چند عیسائی غلاموں سے
 مدد پائی ۱۲ اور عیسوی مذہب سے استفادہ اور آتما کر کیا ۔
 چنانچہ مسیحیوں نے ان شکوک و شبہات کے اثبات بے ثبات میں
 بڑی جدوجہد کی ہے اور میں نے اس بحث کو رسالہ اعجاز قرآن
 مؤلفہ پروفیسر راجندر سیھی پر اپنی مرہی دیو لکھنے کے لیے منہروس

۱۰ میران الحق بت ۔

۱۱ ایضاً بت ۔

۱۲ ڈاکٹر دیل کی سیرت محمدی ۔

۱۱ میران ہادی فندرز صاحب

۱۲ دہشگلن اردکٹ ڈاکٹر اسپرگر ۔ پروفیسر محمد سرور زید رائیل ۔

۱۳ دہشگلن اردکٹ بت ۔

مخصوص کیا ہے مگر میان بھی مناسب مقام سے چند امور ذکر کرتے ہیں
 اولاً سفر و سیاحت اور آمد و رفت میں ایسے فضل و اسطفا
 مضامین قرآنی اور حقائق ربانی کا اخذ اور حاصل کرنا وہی بحث
 ہے جسکا ابطال بصراحت عقل پہلے کیا گیا کہ اسطرح پر اخذ تحصیل
 مشہور اور لسان قوم پر مہر مہر ہو جاتے اور جن علماء اہل کتاب
 کے ساتھ آنحضرت کو لوگوں نے نشست برخاست و آمد و رفت و
 بحث و گفتیش کرتے اکثر اوقات دیکھا ہو گا وہ لوگ ضرور اسکا اظہار
 کرتے بلکہ وہی اہل کتاب خود اسکا الزام دیتی حالانکہ ایسا جاہل
 کہیں منقول نہیں اگر واقع ہوا ہوتا تو ضرور منقول ہوتا کیونکہ ایسی
 امور کی نقل و حکایت پر عامۃ ناس عادی ہیں اور اسی کے

امثال اور باتیں منقول و مروی ہوتی ہیں

ثانیاً ولایت شام کو کئی بار جانا محض جہت ہے۔ شام کے
 مختصر اور عجلت کے دو سفر اہل سیر نے ذکر کئے ہیں اور پہلے تو
 سفر کہ انہیں سے پہلا قوس ۱۳ برس کی عمر میں ہوا۔ اور دوسرے
 میں کار و بار تجارت کے مقتضی سے بحجر و فراغت جلدی تھی

ایک دفعہ
 میر تقی میر
 نے فرمایا ہے

میر تقی میر
 نے فرمایا ہے

والیس آنا پڑا تھا (دیکھو اڈوارڈ گبن کی تاریخ روم (تب) یقیناً
اس لائق نہیں ہو سکتے کہ اہل مکہ میں ایسے علوم آئی اور نہ کچھ
و تھذیب دین اور اصلاح مذہب کی لئے کافی ہوں ۔ اور اگر
اس قسم کی تلاش اور تفتیش کا قصد بھی کیا گیا ہو گا تو تریانی زبان
کی عدم واقفیت ضرور اسکی مانع ہوئی ہوگی (دیکھو اڈوارڈ گبن
مقام مذکور)

مقام مذکور
کتاب سیرت محمد کی جلد اب ص ۳۷

مثلاً شامین کا سفر قطعاً غیر صحیح ہے آنریبل ولیم پیرس
کتاب سیرت محمد کی جلد اب ص ۳۷ حاشیہ پر تحریر فرماتی ہیں کہ
ڈاکٹر ویل نے لکھا ہے کہ ۱۶ برس محمد اپنی چچا زہیر کے ساتھ شجرات
کی تقریب سے یمن کو گئے (۱۶) ڈاکٹر اسپرنگر (صفحہ ۹۷ حاشیہ
۱۶) لکھتا ہے کہ اس بیان کی عمدہ سند نہیں ہے ۔ اور مجھے تو
اسکی کوئی بھی اصلی سند نہیں ملتی " فقط

کتاب سیرت محمد کی جلد اب ص ۳۷

راجا حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی نسبت خصوصاً پر فضیلت
نے بکرات و مرآت تاریخ طبری کے حوالہ پر یہ بیان کیا
کہ انہوں نے توریث و انجیل پڑھی تھی چنانچہ ص ۳۷ و ۳۸ صفحہ

میں لکھا ہو کہ تاریخ طبری کا ترجمہ فارسی بلجامی نے لکھا ہو
 اور اس ترجمہ میں نسبت حضرت خدیجہ کو یہ لکھا ہے ۔
 خدیجہ کتبہا سے پیشین خواندہ بود و خبر ما کے پیغمبران ^{نفا} دانتہ
 اور اس پر عجب عجب تفسیر کی ہو اور نتیجہ نکالا ہو کہ خدیجہ کو
 دین عیسوی کی طرف میلان تھا (ص ۲۲۰) مگر اس پر و فیسر کے
 یہ سب نتائج اور استدلال بے اصل اور پادریوں کا ہیں کیونکہ
 اک عہدہ محقق کی شہادت سے یہ بات ثابت ہو کہ تاریخ طبری
 میں یہ مضمون نہیں ہے۔ اور یہاں مرید و فیسر راجحند رکہ خوب
 معلوم تھا — عمدۃ اعلیٰ آنریبل سر ولیم میور کتاب سیر محمدی
 کے ج ۲ ص ۶۶ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ ڈاکٹر اسپنگر
 کا یہ قول ہے ص ۱۰ کہ طبری سے معلوم ہوتا ہے کہ جب محمدؐ نے
 ابتداء نبوت شروع کی تو اوہ کی زوجہ خدیجہ کی کتب مقدسہ
 پڑھی تھیں اور حالات انبیاء سے وقف تھیں — لیکن یہ مضمون
 طبری کے فارسی ترجمہ سے ہے لیکن اصل عربی کے نسخہ میں
 نہیں ہے اور وہ الفاظ یہ ہیں کہ — خدیجہ کتبہا پیشین

خواندہ بود و خبر ہائے پیغمبران داشتہ x انتہی پس افسوس
را محضہ کی عمیت اور عصبت پر

ترجمہ تفسیر القرآن

علاوہ ازین حضرت خدیجہ کا عبرانی یونانی لاطینی وغیرہ
زبانیں جانتا ثابت نہیں اور بغیر ان زبانوں کی مہارت کے
کتب عہد عتیق و جدید کے ترجمہ سبعین و ولگیط وغیرہ کی درست
ممکن نہ تھی — اور ان کتابوں کے عربی ترجمہ اُس وقت میں
نہیں ہوئے تھے — اک عربی ترجمہ کتب عہد عتیق کا جسکا
کچھ حال معلوم ہو وہ ہے جسے ربی سعدیاس جہون نے
نویں صدی عیسوی میں کیا تھا اور عہد جدید کو عربی ترجمے
بشرب والٹن اور میکالیس وغیرہ محققوں کی رائے میں ساتویں
اور گیارہویں صدی کے ہیں — افضل العلماء قدس اودولہ
لکھتے ہیں (مقدمہ ترجمہ قرآن ص ۷۷) کہ » محمدؐ کے زمانہ کے
پیشتر عہد عتیق و جدید کے عربی ترجموں کے وجود کا کچھ نشان
نہیں ہے « فقط

خامساً ورقہ ابن نوفل کا کتب یہود و نصاریٰ کو

عربی میں ترجمہ کرنا x یا اسکا جناب رسول خدا کو تعلیم دینا محض
بے اصل اور صریح افتراء ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو جناب رسول خدا
کا تلمذ اور مصاحبت ورقہ سے ضرور مشہور اور سب کی زبان
پر مذکور ہو جاتا اور اگر ورقہ ایسے بڑے فضل و تحقیق کا آدمی
تھا تو وہ بھی مشہور فی الآفاق اور اہل شہر و بادیا میں سب کا
مشار الیہ بالاصالح ہو گا اور البتہ اسکی صحبت اور ملازمت سے
اور لوگ بھی مستفید اور مستفیض ہوئے ہونگے حالانکہ انما
عرب میں ایسی باتیں مذکور نہیں - علاوہ ازیں ورقہ تو قبل
دعوت مرچکا تھا اور مضامین قرآنی جو اکثر فی البدیہہ ضربت
موقع و مناسبت مقام ہوتی تھے اونہیں ورقہ کی شرکت
یا تعلیم کسی طرح ممکن ہی نہیں - اور اسکا انجیل کو عربی میں
ترجمہ کرنا بھی قطعی اور سندی نہیں بعض روایات کا یہ فقرہ
فَلَمْ يَكُنْ مِنَ الْإِنْجِيلِ بِالْعِبْرَانِیِّ مَا شَاءَ أَنْ يَكْتُبَ خلاف متصوّر ہے
اور کیفیتاً کان اسکی دلالت ترجمہ پر نہیں بلکہ نقل و کتابت
پر ہے چنانچہ ڈاکٹر اسپرنگر نے سیرت محمدی کے حاشیہ

+
عربی میں
ترجمہ کرنا
بے اصل اور
صریح افتراء
ہے

+
عربی میں
ترجمہ کرنا
بے اصل اور
صریح افتراء
ہے

ص ۴۴ میں بوجہ کاغذی ثابت کیا ہو کہ اس فقرہ کی دلالت
 صرف کثرت پر ہے نہ کہ ترجمہ پر۔ (ولیم میور صاحب ص ۱۴۴)
 ساؤسٹا سر جیس راہب مسیحی کی نسبت جو مخالفین
 یہ سنتے ہیں کہ اوسنو آنحضرتؐ میں انما نبوت کا فقرہ اس کیا
 اور انکی رسالت الہیہ کی خبر دی تو اسکی عداوت اور تعصب سے
 بدگمانان کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے اس سے عیسائیوں کے
 عقائد وغیرہ کو حالات کا علم حاصل کیا۔ مگر یہ ظاہر ہو کہ اس
 عرصہ قلیل بلکہ اقل کی ملاقات قرآن کے مطالب متوافر و
 مضامین کثیرہ کی تعلیم اور تحصیل کے لئے نہایت ہی غیر کافی تھی
 علاوہ ازیں اس سیر و گشت میں دین عیسوی کی کچھ باتیں
 معلوم ہوئیں تو وہی باتیں ہونگی جنکی تردید کی گئی اور اس سے
 انکو عقائد کی لطالت اور ضلالت ظاہر کی۔ اور ایسی راہبوں
 کے اعتقادات و تعلیمات سب کفر و ضلالت سمجھے ہوئے تھے
 مگر ڈاکٹر اسپرنگر نے تجویز کی ایک ہی ملاقات پر
 بدگمانی کر نیسے بس نہیں کی بلکہ اس بارہ میں وہ اپنی اور احزاب

ترجمہ
 حضرت محمد
 صلی اللہ علیہ وسلم
 کی تعلیمات
 کے خلاف

و مثال سے سبقت کر کے یہ گمان کرتا ہے کہ ابوطالب نے
 آنحضرتؐ کو بحیرہ کے ساتھ ملکہ بھیجا تھا (صریحہ) اور واقعی
 کے اس فقرہ سے۔ ردۃ ابوطالب معہ۔ اسکا ہند
 اک بڑی فہمی پہنچی ہے کیونکہ اس جملہ کی صاف اور صریح
 یہ دلائل ہے کہ ابوطالب انکو اپنیساتھ لے آئے۔
 اور بیشک یہی واقعی کی مراد ہے۔ پس ڈاکٹر اسپنگر
 کی اتنی بڑی شہرت اور تحقیق کی یہ ادنی مثال ہے
 ذلک مبلغہم من العلم اور جس میں رہب جسکا نام سعید
 اور لقب بحیرا تھا (ابو الحسن البکری کی تاریخ) یا وہی بحیرا جسکا نام
 مسیحیوں کے یہاں حزقیل ہے (تاریخ سعودی) کہیں اُسے
 زمین عرب میں قدم نہیں رکھا اور کسی تذکرہ اور تاریخ میں
 مذکور نہیں کہ وہ دمشق میں اپنا صومعہ چھوڑ کے عرب میں
 آیا ہو۔ چنانچہ جارج سیل مترجم قرآن نے اسکی تصدیق
 سابعاً سلمان فارسی جسکے نام کو ڈاکٹر پرائڈ یا اس
 نے بوی تمیزی سے عبداللہ بن سلام کو نام کو ساتھ تحلیط

+
 غرض کہ بحیرہ
 کا نام

الغیر
 *
 لکھا

اور گنیز نے حاشیہ الفدا پر اسکی تعلیط کی ہے

اسکی محبت جناب رسول خدا سے بہت کم اور وہ بھی آخر زمانہ
میں رہی ہے یعنی سلمان فارسی کا عرب میں آنا اور سلمان ہونا

ہجرت کے بعد واقع ہوا ہے۔ قدیس ڈاکٹر اول سے
تعجب اور نہایت تعجب ہے کہ وہ حکایات بہشت و دوزخ کو

سلمان فارسی کی تلقین بتلاتا ہے (ص ۱۵) اس شبہ پر

کہ وہ بیان زنداوستا کی مماثل ہو حالانکہ کمی اک سورۃ کی

میں جو سلمان فارسی کے آنے اور سلمان ہونیکے پیشتر اور

مقدم کو بنی انہیں یہ کیفیت مذکور ہو مثلاً سورہ قیامہ۔

الرحمان ص صافات اعراف۔ اور یہ سورتین قطع نظر

از تفاسیر اسلامیہ و عنوانات نسخ قرآنیہ و مہارس علماء مسیحیہ

+ الفضل الشہید فرمیں پراپیٹہ کس معلم القیامہ (ڈین آف نارچ)

اپنا کتاب سیرت محمدیہ میں اس سلمان فارسی کو عبد اللہ ابن سلام یودی عالم

سے منقولہ کر دیا ہو (اور اسکا نام عبری کے طرز تحریر پر عبد یاس بن سلمان یا سبر

لوگہ عبد اللہ سلمن کہتے ہیں۔ اور جسے مورخین مسیحی محمد کے خلاق یا

مغربی قرآن میں مدد دینے کا الزام لگاتے ہیں) "وہنا لیل اردنگ سیاحتی ہوا"

ملاحظہ فرمائیے

(مثل آنریبل سر ولیم میور - ج ۲ ج ۲ جدول ترتیب سورہ ص ۲۰ ص ۲۰)
خود ریورنڈ راڈول کی ترتیب سے جو برعایت تنزیل مرتب
ہوئی ہیں مکی سورتیں ہیں

ثامنا۔ ایسا ہی بے ثبات وہ شبہ ہی کہ ملے

چند غلاموں نے جو عیسائی ملکوں سے غلامی کے طریق پر
آئے تھے کتب مقدسہ کے بعض قصص و حکایات سننا
مگر یہ بات قابل توجہ ہے کہ یہ عہد تو لڑکپن ہی میں اپنے
گہروں سے بسبیل غلامی عرب میں پکڑا لے گئے تھے

پس ان لڑکوں کو مضامین کتب مقدسہ طفولیت میں کب حاصل
ہوئی ہونگے اور جو کچھ گہر میں سننا سنایا ہو گا وہ ہی مدت
پر پھول بہا لگئی ہونگے اور نہ مکی میں اونکو اپنی آباء کے قصص
حقانہ کے تذکرہ و تکرار کا سامان و مواد مہیا تھا پس ان جاہل
غلاموں کو دیکھئے اور قرآن کے مضامین عالیہ و مطالب علیہ
از قسم لائل و جوہار ربیعالی و براہین تو حید و بطلان شکرت
و ملامت بت پرستی و ثبوت بعث و نشر و معارف الہی و صفات

عبدی علیہ السلام
اور چارچاند

او تعالیٰ اور اس کے عالی مرتبہ کی فصاحت اور غایت درجہ کی
بلاغت کو خیال کیجئے

تاسعاً دین مسیحی سے استفادہ کرنا بھی اک
باطل اور رکیک سند ہے کیونکہ اس مانہ کی مسیحیت بھی
عرب کی ثبت پرستی اور دیگر ادیان باطلہ سے کم نہ تھی
و اسنگطن اورنگ نے اس اعتراض کو اسطرح پر بیان کیا
کہ "اونہون" (یعنی محمد) مسیحیت کے اجماریات سے استمطا
کیا تھا اور اگرچہ انکا انجذاب انکی ذاتی صفاتی میں نہ ہو سکا تو یہ
ممکن تھا کیونکہ اونہون نے ناقص چشموں سے استفادہ کیا
اور ایسی نہروں سے استفادہ کیا جنہیں اونہیں لوگوں نے
جو انکی حفاظت کرتے خراب کر رکھا تھا جو مذہب تک اونہون نے سکھایا
وہ عرب کے بعض چوٹے مسیحیوں کے مذہب سے بہت
اچھا تھا۔۔۔۔۔ الخ پس جبکہ معترض کو مذہب استفادہ منہ کی خرابی
کا خوف ہی اقرار تو وہ طعن محض بیکار اور مفہم اسقحی امر حق ہے
بلکہ اس سے زیادہ اس مانہ کے تمام مسیحی فرقہ عرب کے

کے خرابی اور مذہب سے بہت

عقائد باطلہ میں عرب کے بت پرستوں کے ہمدوش تھے
 مؤرخ اڈوارڈ گبن اپنی تاریخ کے ۵ مین لکھتا ہے
 ۱۰ ساتویں صدی کے عیسائی تو بلاشعور بت پرستوں کے
 مذہب کی مشابہت پر عود کر گئے تھے۔ انکی جلوت اور خلوت
 کی نذر نیاز سب ان اموات بزرگان دین اور تماثل کو ہوتی ہیں
 جو ممالک شرقیہ کو معبدوں کی توہین تھے۔ اس قدر ظلم
 کے تحت پر شہیدوں بیرون اور فرشتوں کے ابرہی ظلمت
 چہارہ بھی تھی اور یہی چیزیں سب کی مایہ عبادت تھیں
 فرقہ کو لرنیڈین جو عرب کی مشرق زمین میں سرسبز ہوا تھا مریم
 البتول کو الہمتہ (دیوی) کے نام اور صفات دیتا تھا الخ
 علاوہ ازیں اصل اصول عقائد مسیحیہ یعنی تثلیث ذات الہی
 اور مسیح کی الوہیت اور کفارہ جو جملہ انبیاء سابقین کے تعلیمات
 اور مکاشفات کے خلاف اور مسیح کے احکام کے برعکس تھا
 اس مذہب کے ابطال اور تردید اور اس میں اصلاح اور تہذیب
 کرنیکو لئے کافی تھا نہ یہ کہ اس مذہب سے کچھ استفادہ کیا

بلکہ عموماً و صریحاً اپنی اسکو اضل ضلالت بعیدہ قرار دیا۔
عاشرا۔ ہم اک اور عمدہ دلیل بیان کرتے ہیں جسکی

قطعیت دلالت بہر طور لایق قبول ارباب عقول ہے

کہ مضامین فرقانیہ کے ہسلوب اور تنظیم اور فوجی و مرتب سے

صاف ظاہر ہے کہ اسمین اول سی آخر تک اس کے مقاصد اور

مآرب میں باہم توفیق اور منطوق و مفہوم میں باہم تطبیق ہے

ذکر جلال و دعوت الہیہ و بیان فضائل و محامد ربانیہ باہم

متلائم۔ اور براہین اثبات توحید و ابطال عبادت اوثان

باہم متماثل۔ اور ذکر وعد و وعید و انذار و تبشیر باہم متماثل

اور حقائق و معارف ربانی اور مکارم خلاق و نظام امور مصلح

عباد و احکام معاش باہم متماثل۔ اور اس کے موضوع و

مشتاء عام ایسے باہم متقارب ہیں کہ ایک ہی حساب لای صفا

و سچہ کمار باوقار و سلیم القلب و غیر متزلزل کے ریشحات قلم

و نتائج فہم معلوم ہوتی ہیں۔ حالانکہ ضروری اور بلز و عمق

ثابت ہے کہ جس امر کی ترکیب میں اشخاص متحد و وجود متکثر

قرآن کی وحدت
مضمون و بیان
والی جگہ پر
تشریح کی گئی ہے

تو اصحاب آراء متنوعہ دارباب طبائع مختلفہ شریک و سہیم
ہونگے۔ انکے منشآت و مناظر و آراء و مدارک میں ضرور
تخالف و تناقض ہو سکا۔ اور ہمیں وحدت خیالات اور یکا
منتار نہ پائی جاوے گی۔

پس اس دلیل متین و حجت مبین سے صاف ظاہر
کہ تنظیم قرآن میں کسی کی شرکت ہمیں ہو سکتی اور شہرین
و طعن مبطلین محض سخیف اور بالکل ضعیف ہے۔

افضل العلماء جی ایم راڈول نے با اینہمہ کج مع بیانی امور مذکورہ
کی تصدیق کی ہے حیث قال۔ آیات قرآنی میں ایسی
وحدت خیال اور استقامت و سادگی مطلب و طرز خاص اور
ادراکی زبان اور توافق محاورات (جسمیں اک خاص نقص قوہ
متخیلہ بھی ہمدیاف ہے) تھے جسے ثابت ہوتا ہے کہ آیات
قرآنی قلم واحد کے رشحات ہیں۔

فتل عشرۃ کاملہ

مکتبہ اسلامیہ
لاہور

آخر کتاب میں - ع - د - نے ایک فصل
 خصائص نبوی میں لکھی - خصائص کا ذکر سیرت کی کتابوں
 میں غیر مضبوط طریق سے ہوتا ہے وجہ اسکی یہ ہے کہ خصائص کا
 شمار یا استقرار داخل عقائد ایمانیہ نہیں اور نہ کسی مقام پر
 قرآن شریف میں کہیں انکو جمع کیا اور نہ کسی حدیث نبوی میں
 اسکا استنباع ہوا - مگر روایتوں کے جمع کرنے والوں نے
 اقوال صحابہ و تابعین میں جو اس قسم کی خبریں پائیں جن میں
 کسی خاص فعل یا ترک کی تخصیص پر اشارہ پایا گیا اسکو
 اصل راوی کی رائے یا روایت کی مفہوم سے اک خاصہ
 سمجھ لیا اور جب روایتوں کی ترویج کرنے لگے تو حسب
 روایات واروہ فی الباب کو اکجا جمع کیا اور وہ فصل خصائص
 میں شمار کی گئی - الاطابہ کہ ان خصائص عدیدہ و شہیر
 میں سے اکثر غیر قطعی اور محض ظنی ہیں دو وجہ سے اول تو
 ضابطہ روایت کی حیثیت سے کہ وہ اخبار احاد ہیں
 دوسرے انکا مضمون صاحب حی کا منطوق نہیں ہے

بلکہ راویوں کا مطنون ہے حاضرین جلسہ اور شاہدین
 ماجرا نے جناب نبویؐ کے کسی فعل یا ترک کی نسبت اپنی فہم
 کے موافق اک وقت خاص میں اسکو خصائص میں سے
 سمجھا اور ایسا سمجھنا اسکا ظن اور گمان تھا۔ بالجملہ خصائص
 کے باب میں بجز دو چار باتوں کے اور کوئی قطعی و یقینی
 نہیں بلکہ بعض ایسے خصائص جنکو مخاطب نے بیان کیا
 مثلاً ۱۸ و ۲۶ و ۲۸ اور ۳۳ موضوع و مفترمی ہیں اور
 بدہیت عقل انسانی ان کے ابطالان پر شہادت دیتی ہے اور ۶ و
 ۲۹ و ۳۴ کو بے موقع طور سے بیان کر کے بظاہر طعن آمیز
 اور معیوب ظاہر کیا ہے۔ اور باقی خصائص از قسم عادات
 بشریہ و امور طبعیہ و انتظام کی ہیں انکو بحجت نبوتؐ کے واسطے نہیں
 یہ بھی خیال ہے کہ ناخدا ترس اور خائن مومخ و منقولات پر
 کسی طرح ذرہ ہی عتاب نہیں ہو سکتا اور عکس صحیح خیانت خصائص کے
 باب میں ظاہر ہو کہ اس بعض ان خصائص کو جو فنی اور حیرت کی صورت میں
 ثبوت امور اسباب کی صورت میں بیان کیا ہے جیسو یا تخصیص تو جہاں

